اسلام اور امن وسلامتی

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفٰے 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی‘ یادگارِ رازی‘ مفتی سوادِ اعظم‘ تاجدارِ اہلسنت‘ امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : اسلام اور امن وسلامتی
خطبہ : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ
(منعقدہ جامع مسجد سکندرآباد) حیدرآباد ۲/ جون ۱۹۸۲)
تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)
اشاعت اُول : مارچ ۲۰۱۰
قیمت: 25 روپے

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ متلاشیان راہِ حق کے لئے ملکُ التحریر کا بیش قیمت تحفہ

فتنہ اہلحدیث : غیر مقلدیت اس دَور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضرات حنفیہ) کے خلاف بدزبانی‘ طعن وتشنیع اور تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں‘ اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں‘ ان کے عقائد ومسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے طبعًا وحشت ونفرت ہوتی ہے۔ ان کی صحبت جذامی اور ایڈس کے مریض سے زیادہ خطرناک ہے‘ ان کی صحبت ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین‘ محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر ومستند ہزارہا احادیث کو ضعیف‘ موضوع‘ من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے ’منکرین حدیث‘ ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا ملغوبہ ہے یہ لوگ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی‘ مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)
کاظم سریز۔ خواجہ کا چلہّ۔ مغل پورہ۔ حیدرآباد فون: 9246524187

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
امن وسلامتی	۵	اسلامی انقلاب	۳۷
اسلام ضابطہ حیات اور دستورِ زندگی ہے	۶	اسلام اور تلوار	۴۰
ایمان کی تعریف	۸	معاشرتی امن کے قرآنی دائرے	۴۳
مسلمان ہونا آسان ہے مسلمان بن کر رہنا	۸	عبرتناک سزا محافظ قانون ہے	۴۴
مشکل ہے		اسلام ہی امن وسلامتی کا ضامن ہے	۴۵
قوم سے اسلام کا مطالبہ	۸	سلامتی ہی سلامتی	۴۶
وحدت وتوحید میں فرق	۹	کیا رسول کو بھائی کہا جائے	۴۷
اسلام کا دعویٰ اور دلیل	۱۴	رسول کو بھائی کہنے کا انجام	۴۷
نام محمد (ﷺ) سے مدد	۱۶	حضور ﷺ مومنین کے رُوحانی	۴۸
توحید ورسالت	۱۶	باپ ہیں	
دائرہ اسلام اور شرعی احکام کا نفاذ	۱۷	رُوحانی اور صلبی رشتہ	۴۸
ڈیوٹی والوں کو ستانے کا انجام	۲۲	باپ اپنے بیٹوں کو آپس میں	۴۹
علماء ومشائخ کی صحبت سے دوری نقصاندہ ہے	۲۴	بھائی بناتا ہے	
سلامتی مومن کی فطرت میں ہے	۲۷	حقیقت نبوت	۵۰
رُوحانی ایٹم بم سے سلامتی قائم ہوتی ہے	۲۷	رسول مرکزِ تعلق ہوتا ہے	۵۳
سلامتی مسلمان کا مزاج ہے	۲۹	اذیت کی مذمت	۵۵
اسلام اور انسانی برابری	۳۱	جوڑنے اور توڑنے والی بولی	۵۵
انسانی وحدت کا داعی اسلام ہے	۳۴	رسول کی تعریف وتوصیف	۵۸
حالتِ جنگ میں اسلام کا پیغامِ امن	۳۶	اتحاد اور اتفاق	۶۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کر دے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پُکارے   تم ہمارے ہم تمہارے
یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

سُنت و بدعت : سُنّت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات و منکرات ایک محققانہ جائزہ

صاحبِ شریعت حضور ﷺ کے کلام میں 'سُنّت وَ بدعت' دو مختلف و متقابل چیزیں ہیں، اسی لئے اُن میں سے کسی ایک کا تعین اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ سُنّت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سُنّت میں داخل ہوگا اور جو کام حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کارِ خیر کا ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 6/75-2-23 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

امن وسلامتی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ من كان نبياً وآدم بين المآء والطين وعلیٰ آلهٖ واصحابهٖ اجمعين . أما بعدُ فقد قال الله تعالیٰ

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (البقرۃ/۲۰۸)

صرف اتنا ہی نہیں غم سے رہائی مل جائے   وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے
دُور رکھنا ہو تو پھر جذبہ اویسی دے دو   تاکہ مجھ کو بھی کچھ کیفِ جُدائی مل جائے

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللهم صل علٰی سيدنا محمد وعلٰی آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه**

اے ایمان والو ! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

اے ایمان والو ! تم سب کے سب دائرہ صلح وسلامتی میں داخل ہو جاؤ۔

میں نے جو آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اُس کے دو ترجمے کیا ہوں یعنی میں نے اُس کے دو مختلف گوشوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر آپ پہلا معنی سامنے رکھیں تو اس میں ایمان والوں سے خطاب ہو رہا ہے کہ تم پورے طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ‘ ایسا نہیں کہ اسلام کی بعض چیزوں کو اپناؤ اور بعض چیزوں کو چھوڑ دو جب تم اسلام کو اپنا دِین مان چکے ہو اور رسول عربی ﷺ کی رِسالت سے راضی ہو چکے ہو خدا کی ربوبیت کا اقرار کر چکے ہو‘ قرآن کریم کو اپنا امام و پیشوا یقین کر چکے ہو تو اب تمہاری یہ شان ہونی چاہیے کہ تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ ۔۔ سر سے پیر تک کو مسلمان بنا لو۔

﴿☆☆☆ اے ایمان والو ! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ دو غلے پن‘ دو رنگی (صُلح کلیت) سے دُور رہو۔ اسلام میں ظاہر و باطن پورے طور سے داخل ہو جاؤ۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے تم دُنیا کی پروا نہ کرو۔ مسلمان ہو کر دوسرے مذاہب یا کفار کی رعایت کیسی؟ بد مذہبوں اور بے دِینوں کی رعایت کرنا سخت جرم ہے۔

ہم اپنے ساتھ مذاق کرنا چھوڑ دیں۔ دینِ اسلام کے ساتھ کسی اور دِین کی رعایت یا موافقت جائز نہیں۔ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اس طرح حق کا حُسن داغدار ہو جائے گا اور اُس کا سرچشمہ مکدر ہو جائے گا۔ مسلمان بنو اور راہ حق کو چھوڑ کر شیطانی راستے اختیار نہ کرو اور نہ اُن کے قدموں پر چلو۔ (عقیدے اور اعمال سب اسلامی اختیار کرو۔ صورت بھی مسلمانوں کی سی بناؤ اور سیرت بھی۔ نام بھی اسلامی ہو اور کام بھی۔ زندگی بھی اسلامی ہو اور موت بھی۔ شادی بھی اسلامی ہو اور رسم ورواج بھی ...... غرضکہ مرنا جینا اسلامی ہو) تمہاری عزت و ناموس کا محافظ تمہیں پُرسکون و باوقار زندگی مہیا کرنے کا ضامن تمہاری خوشحالی کا کفیل اسلام ہی ہے۔ آؤ : اس کے دامن سے وابستہ ہو کر دیکھو تمہاری زندگی پُر بہار ہو جائے گی۔

مومن کا ابتدائی دَور تو یہ ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا آ جائے اور انتہائی دَور یہ ہے کہ اسلام اس میں پورا پورا آ جائے کہ نورِ اسلام اُس کی رگ رَگ میں سرایت کر جائے۔ جسم میں شریعت، دِل میں طریقت، دماغ میں حقیقت اور رُوح میں معرفت رَچ جائے۔

اسلام مستقل ضابطہ حیات اور مکمل دستورِ زندگی ہے اس کے اپنے عقائد ہیں اس کا اپنا دیوانی اور فوجداری قانون ہے۔ سیاسات اور معاشیات کے متعلق اس کے اپنے نظریات ہیں۔ اور یہ انسان کی ذہنی، رُوحانی اور مادی ترقی کا ضامن ہے لیکن اس کی برکتیں تب ہی رُونما ہو سکتی ہیں جب کہ اُسے ماننے والے اُسے پورے کا پورا اپنا لیں اور اُس کے تمام ضابطوں اور قوانین پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اسے مکمل طور پر قبول کر لیں، اس کا کوئی گوشہ ترک نہ ہو، اور ملتِ اسلامیہ کا کوئی فرد اس کو اپنانے سے گریز نہ کرے۔

ایمان والوں سے مطالبہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد

اُن کے احکام کی زندگی کے ہر شعبہ میں اطاعت واتباع کرو اور اسلام کو اس طرح اختیار کرلو کہ تمہارا کوئی عمل یا قول اس کے خلاف نہ ہو۔ احکامِ اسلام سے بغاوت‘ شیطانی کی اتباع و پیروی کے سوا کچھ نہیں جو طرح طرح سے تمہیں اس پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ وہ تو اسی وقت تم سے اپنی دشمنی کا اعلان کر چکا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اُسے انسانِ اوّل سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں‘ ہر معاملہ میں یہ تمہاری رہبری کے لئے کافی ہے۔ ہر دور اور ہر ملک میں بسنے والوں کے لئے یہ رہنما ہے۔ یہ وہ سرچشمہ ہدایت ہے جس سے سیراب ہونے والوں کے شب وروز پُرسکون ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ منبع رُشد وہدایت ہے جس سے رہبری حاصل کرنے والوں کو منزل مقصود ملتی ہے۔ یہ وہ مینارۂ نور ہے جو تاریکی میں بھٹکنے والوں کے ظاہر و باطن کو روشن ومنور کر دیتا اور انہیں دوسروں کا رہبر بنا دیتا ہے۔ یہ وہ خزانہ رحمت ہے جو بھکاریوں کی نظروں میں‘ قیصر وکسریٰ کے محلات‘ اُن کے تخت وتاج کو حقیر بنا دیتا ہے۔ یہ وہ پسندیدہ دِین ہے جس کی اشاعت وتبلیغ کے لئے اللہ رب العزت جل مجدہ نے انبیاء ورُسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ انسان اوّل سیدنا آدم علیہ السلام اسی دِین پر پیدا کئے گئے۔ یہ دین‘ دینِ فطرت ہے۔ اس کے عطا کردہ اصولِ زندگی انسان کی فطری اور تخلیقی صلاحیتوں کے عین مطابق ہیں جن کی انسان بلا تکلف پابندی کرسکتا ہے۔ اسلام انسانی اقدار کا محافظ ہے۔ شرافت انسان کی بقاء کا ضامن ہے۔ تہذیب وتمدن کا معلم ہے۔ پس انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اسی کو ضابطہ حیات بنائے‘ اسی کو اللہ نے مقبول و پسندیدہ دین قرار دیا۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران/ ۱۹)

بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی (پسندیدہ) دِین ہے۔ ☆☆☆﴾

ایمان کی تعریف: التصدق بما جاء النبی ﷺ دِل کی سچائی کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی جملہ ہدایات (تعلیمات، ارشادات، احکامات) کو مان لینا ایمان ہے۔

مسلمان ہونا آسان ہے دِل کی سچائی سے آپ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا
مسلمان بن کر رہنا مشکل ہے مسلمان ہوگئے۔ مسلمان ہونا کتنا آسان کام ہے۔
مسلمان ہونے کے لئے پہاڑوں سے ٹکرانا نہیں پڑتا

مسلمان ہونے کے لئے موجوں سے کھیلنا نہیں پڑتا۔ مسلمان ہونے کے لئے انگاروں سے مقابلہ کرنا نہیں پڑتا۔ دِل کی سچائی کے ساتھ آپ نے کلمہ شہادت ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له، واشهد ان محمدا عبده، ورسوله**﴾ پڑھ لیا، مسلمان ہوگئے۔ یقین جانو کہ مسلمان ہونا جس قدر آسان ہے مسلمان بن کر رہنا اسی قدر مشکل ہے۔

قوم سے اسلام کا مطالبہ: جب تک قوم مسلمان نہیں ہوئی تھی اُس وقت تک اُن سے اسلام کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ **قولو لا اله الا الله تفلحوا۔ لا اله الا الله** کہو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

احادیث میں ایسے بھی الفاظ ملتے ہیں: **مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَةَ** جس نے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہا جنّت میں داخل ہوگیا۔ (الحاکم)

آپ یہ نہ سونچیں کہ اب جنّت میں داخل ہونے کے لئے صرف **لا اله الا الله** کہنا کافی ہے **محمد رسول الله** کہنے کی ضرورت نہیں۔ ایسا خیال باطل ہے ہم پوچھیں گے کہ دلیل دو کیونکہ یہ دعویٰ ہے۔ کس کے کہنے پر یہ بات کہی جا رہی ہے؟ آپ کس پر ایمان لاتے ہوئے یہ بات مان رہے ہیں؟ کہا کہ **محمد رسول الله** فرماتے ہیں۔ دیکھو **لا اله الا الله** تو بعد میں کہا **محمد رسول الله** کو پہلے مانا۔

﴾☆☆ وحدت وتوحید میں فرق :

اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا اقرار اگر واسطہ رسالت کے بغیر ہوتو وہ وحدت کہلاتی ہے مثلاً اپنی عقل وفہم اور سمجھ وبصیرت سے خدا کو ایک جانا جائے۔ وحدت عقیدۂ توحید میں اس وقت بدلتی ہے جب زبانِ رسالت پر یقین کرتے ہوئے اس کی یکتائی کو مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ واسطہ رسالت کے بغیر اقرارِ وحدت کو قرآن مجید منافقت قرار دیتا ہے : ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا﴾ (النسآء/٦١) اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف اور رسول کی طرف تو تم دیکھو گے منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اے حبیب ! آپ دیکھیں منافقین (میری کتاب کی حاکمیت کے سامنے جھکنے سے نہیں گھبراتے) بلکہ صرف آپ کی بارگاہ میں آنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اُن کا گمان ہے کہ شاید واسطہ رسالت کے بغیر ہمارا دعویٰ توحید شرف قبولیت پائے گا، حالانکہ واسطہ رسالت کے بغیر اُن کا یہ دعویٰ توحید مردود ہے اور اُن کا ایمان بالتوحید، ایمان نہیں بلکہ منافقت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بُرہان ناطق ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پیارے ہم چاہتے ہیں کہ توحید کا مضمون بیان کرنے کے لئے وہ زبان استعمال ہو کہ جو کچھ اس سے نکلے، میری ہستی پر دلالت کرے۔ فرمایا ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پیارے ! فرمادے کہ وہ اللہ ایک ہے کیونکہ میرے ایک ہونے کا مضمون اتنا بلند ہے کہ اُس کی ادائیگی کا حق تیری زبان سے ہی ادا ہوسکتا ہے۔ یوں تو جاننے والے اپنی فہم سے مجھے ایک جانتے رہیں گے لیکن آپ (ﷺ) اپنی زبان سے فرمادیں کہ میں ایک ہوں۔ سُننے والے آپ (ﷺ) کی زبان سے سن کر،

آپ (ﷺ) کو مان کر مجھے ایک جانیں گے تو پھر وحدت، توحید بن جائے گی۔ گویا عقیدۂ توحید تب وجود میں آتا ہے جب اُس کے ایک ہونے کی معرفت زبانِ رسالت ﷺ سے ہو۔

اگر اپنی عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اُسے اس لئے رب مانتے ہیں کہ زبانِ نبوت نے اعلان کر دیا۔ اُس کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ جبین نبوت اُس کے سامنے جھک گئی تو پھر اُن کے بہکنے کا امکان اور شائبہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی توحید کے بیان میں سب سے پہلے لفظ 'قُـلْ' کہا کہ پیارے اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے اس لئے اگر تو نہ کہے تو کوئی میرے ہونے کی خبر کس طرح پائے، پھر میرے ایک ہونے کی سند کس طرح پائے۔ آج تک کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں۔ کسی نے میرا کلام سُنا تک نہیں۔ کسی نے میرے جلال کا عالم حسی میں مشاہدہ نہیں کیا۔ کسی نے میرے کمال کا رُوبرو آنکھوں سے نہیں دیکھا تو جو کوئی مجھ سے واقف نہیں، براہ راست مجھے ایک کیسے مانے گا؟ اس لئے کہ میں تو غائبوں کا بھی غائب ہوں اور جو چیز غائب ہو، اُس پر ایمان کبھی نہیں لایا جا سکتا۔ اس پر ایمان تب ہی لایا جا سکتا ہے جب کوئی ایسی ہستی خبر دے جو اس غائب سے مطلع ہو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے یعنی **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** صرف **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** تو بہت موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے وہ مشرک نہیں موحد ہے یعنی ابلیس اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا مانتا ہے اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لائق سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک اور برداشت نہیں کرتا۔ ابلیسی وشیطانی توحید کی شدت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی نبی کی تعظیم و توقیر برداشت نہیں کیا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے انکار کر دیا۔ بنی کی توہین کرنے اور بشر ومٹی کہنے کے جرم میں مَردود قرار دے کر زمین پر پھینک دیا گیا۔

شیطان لعنتی اور مَردود بن کر زمین پر رہنا پسند کیا لیکن توبہ کرتے ہوئے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کا اقرار نہیں کیا۔ یہی ابلیسی توحید ہے۔ بنی کی تعظیم کو شرک و بدعت تصور کیا اور یہی وسوسے انسانی ذہنوں میں ڈال رہا ہے۔

جس کلمہ سے مومن بنتے ہیں وہ ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** ۔ کلمہ طیبہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** سے کفر کی گندگی دُور ہوتی ہے اسے پڑھ کر کافر' مومن ہوتا ہے اس سے دِل کی زنگ دُور ہوتی ہے اس سے غفلت جاتی ہے دِل میں بیداری آتی ہے یہ حمد الٰہی ونعت مصطفوی کا مجموعہ ہے اس لیے یہ افضل الذکر ہے۔ صفائی دل کے لئے کلمہ طیبہ اکسیر ہے کلمہ طیبہ کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ دین اسلام کی بنیاد ہے اور سارے دِین کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہی کلمہ سب سے پہلے عرش معلیٰ پر لکھ دیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ اے قلم لکھ **مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** ۔ قلم نے عرض کیا اے پروردگار ! کیا تیرے نام پاک کے سوا کوئی دوسرا نام بھی ہے جو اسی درجے کا عظیم الشان اور بزرگ و برتر ہے؟ حکم ہوا کہ اے قلم ! ادب اختیار کر۔ اگر **مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** نہ ہوتے تو آسمان وزمین عرش وکرسی لوح وقلم کچھ بھی نہ پیدا کرتا بلکہ اپنی ربوبیت کو بالکل ظاہر نہ کرتا۔ تمام مخلوقات اس کے طفیل اور اسی کے نور سے پیدا کئے ہیں۔ قلم نے ستر ہزار برس میں **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** اور ستر ہزار برس میں **مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** لکھا اور کمال ہیبت سے قلم شق ہو گیا جب قلم کلمہ لکھ چکا تو حکم الٰہی پہنچا کہ اب لکھ **السلام علیك یا نبی الله** ابھی قلم نے یہ کلمہ لکھا بھی نہ تھا کہ رُوح پاک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا **السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین** ۔ حضور ﷺ نے رُوحانی عالم میں بھی اپنی اُمت کو فراموش نہیں فرمایا بلکہ اس انعام الٰہی اور رحمت وشفقت میں تمام مومنین اُمت کو شامل فرمالیا۔ اسی مقام سے حضور ﷺ کی اُمت کے لوگوں پر ایک دوسرے پر سلام کہنا سُنّت ہوا۔

جوشخص **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہوجائے وہ جنّت میں جائے گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو بہرحال جنّت میں چلا جائے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بداعمالیوں پر اُس نے توبہ کرلی ہو اور وہ قبول ہوجائے۔ یا۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوجائے اور وہ جنّت میں چلا جائے۔ یا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنّت میں داخل کردے اور اگر خدا نہ کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر بالآخر جنّت میں چلا جائے گا۔

نجات کے لئے صرف ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی نجات کے لئے ضروری ہے۔ نیز کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ عہد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

آج کل بعض لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ نجات کے لئے صرف **لااله الا الله** کافی ہے **محمد رسول الله** کی کچھ حاجت نہیں اور اس پر حدیث **من قال لااله الا الله دخل الجنة** پیش کرتے ہیں۔ اپنی محفلوں، اجتماعات اور گفتگو کے دوران صرف **لااله الا الله** پر ہی زور دیتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حضور ﷺ کو عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں حضور ﷺ کے مرتبہ مقام اور منصب کا خیال بھی نہیں کرتے بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار کی طرح بشر، بشر کا نعرہ لگاتے ہیں جنھیں سن کر دِل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ اُن کا اس نبی ﷺ سے قلبی تعلق نہ سہی، رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حدیث حق ہے اور زعم خبیث کفر۔ **لااله الا الله** سے مراد پورا کلمہ طیبہ **لااله الاالله محمدرسول الله** ہے۔ اگر کوئی کہے **الحمد** سات بار کہو یا **قل هوالله** گیارہ بار کہو۔ کیا اس سے صرف لفظ **الحمد** یا **قل هوالله** مراد ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ پوری سورتیں جن کے یہ مختصر نام ہیں۔

کلمہ طیبہ کا اختصار **لااله** نہیں ہوسکتا تھا (نہیں ہے کوئی اللہ) یہ کلمہ کفر ہے اسی لئے **لااله الا الله** اختصار ہوا۔

بے شک صرف **لااله الاالله** نجات کا ضامن ہے اور یہ کہنا کہ **محمد رسول الله** کی معاذ اللہ حاجت نہیں، کفر خالص ہے۔ **لااله الاالله** سے صرف الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق سچے دل سے ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو تمام خوبیوں و کمالات کا مجموعہ ہے عیب و نقص سے پاک ہے وہی معبود اور لاشریک ہے جس نے سچی کتابیں اُتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول اللہ ﷺ کو افضل الرسل وخاتم النبین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے جس میں جھوٹ یا بھول یا غلطی کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ تعالیٰ کو جانا، اُسی نے **لااله الاالله** مانا اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو جانا اور نہ ہی **لااله الاالله** کو مانا۔۔ مثلاً جو شخص **لااله الاالله** پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور **محمد رسول الله** کو نہ مانے، وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے اور ایسے کو اللہ سمجھا ہے جس نے **محمد رسول الله** کو نہ بھیجا، اور وہ ہرگز اللہ نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے اللہ یقیناً وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان وہی لائے گا جو

حضور ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کرلو۔ (فرشتوں‘ اللہ تعالیٰ کی کتابوں‘ رسولوں‘ قیامت‘ تقدیر کی اچھائی و بُرائی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہ لانا اور انکار کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے اور یہ یقیناً کفر ہے)

جو اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر جانتا مانتا ہے کافر نہیں ہوسکتا اور جو کافر ہے اللہ تعالیٰ کو ہرگز جان نہیں سکتا۔ (الملفوظ) ☆☆☆

اسلام کا دعویٰ اور دلیل : اسلام کا دعویٰ ہے **لا اله الا الله** اور اس دعوے کی دلیل ہیں **محمد رسول الله**۔ توحید دعویٰ ہے رسالت دلیل ہے ﴿**يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا**﴾ (النساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور (محمد رسول اللہ ﷺ) کو نازل کیا۔

دعوے کو سمجھانے کے لئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ دعوے کو اگر نہیں ماننا چاہا تو دلیل کا انکار کیا جاتا ہے۔ دلیل میں نقص نکالتے ہیں کہ یہ کیسی دلیل دی ہے یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے اس میں یہ کمی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ دعوے سے کوئی نہیں الجھا کرتا‘ الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں‘ لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں **لااله الا الله** سے کوئی کلمہ گو ٹکراتا ہوا نظر نہیں آتا ہے بلکہ جو ٹکرا رہا ہے وہ **محمد رسول الله** سے ٹکرا رہا ہے۔ جو الجھ رہا ہے **محمد رسول الله** سے الجھ رہا ہے۔ اگر دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا۔ شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ **لااله الا الله** کا منکر شیطان کبھی نہیں تھا۔ **لااله الا الله** کا منکر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے شامل کیا جاتا۔ **لااله الا الله** کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنّت کی ہوائیں کیسے اُس تک پہونچ سکتیں۔

جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ **لاالہ الا اللہ** کو دلیل **محمد رسول اللہ** کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں، وہ انکار کر گیا۔ ظاہر ہو گیا کہ **محمد رسول اللہ** دلیل اور **لاالہ الا اللہ** دعویٰ ہے۔ لہذا جو دلیل کا منکر ہوا وہ دعوے کا منکر سمجھا گیا۔ قرآن نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ دلیل کو پہلے منوایا ہے ﴿**اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ**﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا اِدّعا رکھتے ہو، میری اتباع کرو۔ میری پیروی کرو، محبت ہو خُدا سے، پیروی ہو مصطفیٰ کی۔ امتحان ایسا ہی لیا جاتا ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خُدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے، مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی محمد رسول اللہ کو مانے اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی، ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہلبیت کو چاہے اور رسولِ خُدا کو نہ چاہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔ یہ ناممکن ہے کہ غوث جیلانی، خواجہ اجمیری، داتا گنج، حضرت شاہ نقشبند اور بزرگانِ دین کو ماننے والا امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کو نہ مانے۔

ظاہر ہو گیا کہ دعوے کو نہ ماننے والا اُس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ﴿**بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ**﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ اب اس دلیل کو توڑنے کے لئے یا تو رب تعالیٰ کے برابر علم لے آؤ یا رب تعالیٰ سے بڑھ کر علم لے آؤ، اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس دلیل کے اندر عیب و نقص کا ہونا بھی محال ہے۔ اس لئے کہ یہ رب تعالیٰ کی دلیل ہے۔ بتاؤ اگر قادرِ مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا؟ جسے خُدا سنوارے اُسے کون بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿**بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ**﴾ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے۔ تم بگاڑنے کی کوشش کرو گے لیکن نہیں بگاڑ سکو گے۔ تمہارا مقدر تو بگڑ سکتا ہے مگر یہ دلیل نہیں بگڑ سکتی۔۔۔ تو

لاالہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور **محمد رسول اللہ** اس کی دلیل ہے۔ اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔

لااله الا الله محمد رسول الله نہیں کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنے والا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ لفظ 'ہیں' یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں۔ یہ تو کلمہ اُس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا اُسے چاہیے کہ مُردوں والا کلمہ پڑھے۔ یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ -----۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور نفاق کیا ہوگا کہ کہتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور مانتے ہیں محمد اللہ کے رسول تھے۔ ارے کم سے کم زبان کو دل کے مطابق تو کرلو۔

نام محمد (ﷺ) سے مدد : حضور ﷺ ہماری نگاہوں سے روپوش ہوگئے ہیں لیکن اگر کوئی آج کفر کی حالت سے نکلنا چاہے اور صرف **لااله الا الله** کی تکرار کرے تو وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوگا۔ **لاالہ الا اللہ** کے بعد کہنا پڑے گا **محمد رسول اللہ** یہ کہنا تھا کہ ظلمت سے نکلا اور نور میں پہونچ گیا۔ دیکھو کہ نام محمد نے مدد کیا کہ نہیں کیا؟ قیامت تک مدد کرے گا کہ نہیں کرے گا؟ نام کا یہ حال ہے تو ذات کا کیا حال ہوگا۔ ظلمت سے نکل کر ہدایت میں آجاؤ۔ مدد کیا کہ نہیں کیا؟

توحید ورسالت :

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ توحید کہتے ہیں حالانکہ اس کلمہ طیبہ میں توحید اور رسالت کا سبق ہے۔ **لااله الا الله** کا مطلب ہے' نہیں ہے کوئی معبود

اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الوہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا' نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہو گیا کہ میرا خُدا وہ ہے جو اپنی الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمہ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید و رسالت کیوں نہیں رکھا؟ **لاالـه الا الـله** میں بھی توحید ہے اور **محمد رسول الله** میں بھی توحید ہے۔ **لااله الا الله** نے ہمیں یہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی الہیت اور الوہیت میں لاشریک ہے اور **محمد رسول الله** نے سمجھایا کہ حضور ﷺ اپنے کمالات رسالت و نبوت میں وحدہ لاشریک ہے۔ تو وہاں توحید الٰہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ معلوم ہوا کہ مشرک کی دو قسمیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک' اور جو رسول کی ذات و صفات میں کسی غیر رسول کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔

دائرہ اسلام میں آنے کے بعد شرعی احکام کا نفاذ :

جب تک قوم اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھی اُس وقت تک صرف ایمان فرض تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **قولوا لا اله الا الله تفلحوا** ۔ **لا الـه الا الله** کہو فلاح پاؤ گے **لا الـه الا الـلـه** کہو کامیاب ہو جاؤ گے **لا الـه الا الـلـه** کہو تمہیں دُنیا و آخرت کی بھلائی مل جائے گی **لا الـه الا الـلـه** کہو فائز المرام ہو جاؤ گے۔ بہت آسان نسخہ تھا لیکن جیسے ہی **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله** کا اقرار کر کے قوم دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تمام فرائض اسلام جاری ہو گئے۔ اُن سے کہا گیا ﴿**اقيمو الصلوة واتو الزكوة**﴾ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ﴿**تصوموا**﴾ روزے رکھا کریں۔ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کچھ بھی نہیں کہا گیا تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے فرائض' واجبات اور دیگر اسلامی قوانین نافذ ہو گئے۔ شرعی پابندیاں عائد ہو گئیں کہ حرام مت کھاؤ' حرام

لباس مت پہنو، شریعت کے خلاف بات مت سنو، جائز کام کرو اور حرام کاموں سے بچو۔ اسلام کہتا ہے کہ جب تم نے دِین ودُنیا کی بھلائی کے لئے اسلام کو قبول کیا ہے تو ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی قسم کی بھی کوئی محرومی حاصل ہو۔ سر سے پیر تک مسلمان ہو جاؤ کہ کوئی بھی، کہیں بھی، کسی حال میں بھی، تمہیں دیکھے تو دیکھتے ہی سمجھ جائے کہ یہ مسلمان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اُسے سوچنا پڑے کہ سلام کریں کہ نہ کریں۔ سر سے پیر تک مسلمان نظر آئے۔ تمہارا پیر بھی مسلمان نظر آئے۔ تمہارا قدم مسلمان نظر آئے۔ تمہاری زبان مسلمان نظر آئے۔ تمہارا دِل ودماغ مسلمان نظر آئے۔ جب تم نے کلمہ پڑھ کر زبان کو مسلمان کرلیا ہے تو آنکھ کو بھی مسلمان کرلے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ نظر مسلمان ہو اور حرام چیزوں پر پڑے؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کان مسلمان ہو اور حرام نغمات کو سُنے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ زبان مسلمان ہو اور حرام لقمہ کھائے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ہاتھ مسلمان ہو اور رشوت وسود لے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ پیر مسلمان ہو اور شراب خانہ وجوا خانہ کی طرف جائے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ دل مسلمان ہو اور رسول ﷺ سے بغاوت کرے۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

جب مسلمان ہو چکے ہو تو آنکھ وکان کو بھی مسلمان بناؤ، ہاتھ وپیر کو بھی مسلمان بناؤ۔ مسلمان بننا ہو تو مکمل طور پر سر سے پیر تک مسلمان بن جاؤ۔ قومِ مسلم کی چوبیس گھنٹے شریعت کے مطابق ڈیوٹی ہوتی ہے مگر دوسری باطل قومیں اپنی عبادت گاہوں کی حد تک اپنے دین ونظریہ کا پابند بناتے ہیں اس کے بعد آزاد کردئے جاتے ہیں۔

کسی نے گرجا کے اندر پابند کردیا۔ کسی نے گردوارے کے اندر پابند کردیا۔ کسی نے کلیسا کے اندر پابند کردیا۔ کسی نے اپنے مندروں کے اندر پابند کردیا۔

☆☆ ہر مذہب نے اپنی عبادت کو اینٹ چونے کی چاردیواری میں محدود کردیا ہے۔ بت خانوں سے باہر اور آتش کدوں سے الگ ان کے ہاں کوئی عبادت نہیں ہے لیکن

حضور نبی کریم ﷺ نے دُنیا کو بتایا کہ کائنات کا ہر حصہ معبد (عبادت کی جگہ و مقام) ہے اور زمین کا ہر گوشہ عبادت خانہ ہے۔ تم کہیں بھی ہو، سمندر میں یا خشکی میں، ہوا میں یا زمین پر، ہنگامہ کارزار میں یا ریل و جہاز میں، ہر جگہ خداوند قدوس کی عبادت کر سکتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔۔ اللہ نے مجھے بعض ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جو پہلے پیغمبروں کو نہیں دی گئیں۔ **جعلت لی الارض مسجدا** روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ بنایا گیا ہے۔ یعنی سمندر میں، ہوا میں، خشکی میں، تری میں، ہر جگہ مسلمان اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوسکتا ہے اور کسی بھی عذر شرعی کی وجہ سے مسجد کے علاوہ بھی عبادت کرسکتا ہے کیونکہ ﴿**ادعونی استجب لکم**﴾ تم مجھے پکارو میں تمھیں جواب دوں گا۔۔ یعنی عرض حال کرنے کے لئے کسی بت، کسی مجسمہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس مکان میں، زمین کے جس گوشہ میں رب کو پکارو گے وہ جواب دے گا۔

بعض مذاہب میں مرغوب عبادت یہ تھی کہ اپنے نفس یا اپنی اولاد کو آگ میں جلا دیا، دریا میں ڈبو دیا، اور اسی طرح خدا کے حضور تقرب حاصل کیا جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بے وقوفو۔۔ اس طرح اپنے آپ اور اپنی اولاد کو ہلاک کر دینا بھی کوئی عبادت ہے جان دینی ہے تو سچائی کی حمایت میں کمزوروں کی مدد کے لئے دو، یہ عبادت ہے۔ اپنے ہاتھ سے خودکشی کرنا یہ عبادت نہیں ہے۔

اسی طرح عام خیال تھا کہ اپنے نفس کو تکلیف دینا یہ بھی عبادت ہے چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشرافیت، عیسائیوں میں رہبانیت، ہندوؤں میں جوگیت اسی نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ لوگ گوشت نہ کھاتے، ننگے رہتے، ایک سال تک کسی مقام پر کھڑے رہتے، اہل وعیال دُنیا کی نعمتوں کو چھوڑ کر تجرد، رہبانیت اختیار کرتے اور اس کو بہت

بڑی عبادت سمجھتے تھے لیکن حضور رحمۃ للعالمین تشریف لائے اور آپ نے فرمایا:
لایکلف الله نفسا الا وسعها ماجعل علیکم فی الدین من حرج خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا' اللہ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں کی ہے۔

خدا رب العالمین ہے۔ ماں باپ سے زیادہ بندوں سے محبت فرماتا ہے۔ وہ تمہاری ان مشقتوں سے خوش نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی بات کا حکم فرماتا ہے جو تمہاری وسعت قدرت اور اختیار میں نہ ہو۔ دُنیا سے بالکل قطع تعلق کر لینا اور ویرانوں میں جا کر تلاش حق کرنا عبادت نہیں ہے **لارهبانیه فی الاسلام** اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

عبادت یہ ہے جس میں خالق ومخلوق دونوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے' عزیزوں رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو' بیوی بچوں کے حقوق ادا کرو' یتیموں غریبوں بیکسوں کی امداد کرو' حلال کی روزی کماؤ' دُنیا کی نعمتوں سے لذت حاصل کرو' عمدہ اور صاف کپڑے پہنو' اچھے اور پاک کھانے کھاؤ اور خدا کے حضور پانچ وقت حاضر ہو جاؤ اور اللہ کے حقوق بھی ادا کرو یہ ہی عبادت ہے اور یہ ہی انسان کا کمال ہے۔ اسلام نے جو عبادت کا مفہوم پیش کیا ہے وہ دراصل ایک فطری چیز ہے جس کو سلیم طبیعت فوراً قبول کر لیتی ہے۔

مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

انما الاعمال بالنبیات اعمال کا ثواب نیّت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیّت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے مقصود خوشنودی خدا ہے عبادت ہے اور اگر اس کام سے مقصود شہرت اور ریا کاری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی کیونکہ جو عبادت خلوصِ نیّت سے خالی ہو' اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض وغایت تقویٰ بھی ہے۔

اسی حدیث **انما الاعمال بالنبیات** سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو وہ عبادت ہے مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا اور کسی گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿**قول معروف ومغفرة خير ----**﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی **كل معروف صدقة تبسمك فى وجه اخيك صدقة واماطة الاذىٰ عن الطريق صدقة الساعى على الارملة والمسكين كالمجاهد فى سبيل الله** ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔ کسی بھائی کو دیکھ کر اس کو خوش کرنے کے لئے مسکرانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی خیرات ہے، بیوہ غریب کی مدد کرنا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

اسی طرح لوگوں کے درمیان، بغض و فساد کے اسباب کو دُور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ، حضور ﷺ نے فرمایا: **اصلاح ذات البين** آپس کے تعلقات کا درست رکھنا۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اس کا سونا جاگنا کمانا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں جب کہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

☆☆☆

اسلام تمہیں صرف مسجد کا مسلمان دیکھنا نہیں چاہتا بلکہ تم مسجد میں بھی مسلمان ہو، گھر میں بھی مسلمان ہو، بچوں کے درمیان بھی مسلمان ہو، مسلمان کی ڈیوٹی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ رات کو بھی مسلمان، دن کو بھی مسلمان۔ سوتا ہے تو مسلمان، جاگتا ہے تو مسلمان۔

معلوم ہوا کہ یہی ایک قوم ایسی ہے جسکی ڈیوٹی چوبیس گھنٹے کی ہے چوبیس گھنٹے تمہارے سینہ پر اسلام کا تمغہ ہونا چاہیے' ایک سکنڈ کی بھی فرصت نہیں۔ وردی اور تمغہ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے وردی اُتارنے اور تمغہ ہٹانے سے نقصان ہے۔ اگر مجمع میں کوئی پولیس والا وردی پہنکر اور تمغہ لگا کر آجائے تو پتہ چلے گا کہ ڈیوٹی پر ہے اور سب اُس سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ سرکاری ڈیوٹی پر چڑھا ہوا ہے۔ ڈیوٹی والے کو طمانچہ مارنا اور ستانا آسان ہے مگر جب سرکار انتقام لینے پر آجائے گی تب تو بچنا مشکل ہے۔ سرکار کے کام پر رہنے والا گھاٹے میں نہیں ہے چاہے رات کو رہے' چاہے دن کو رہے' چاہے صبح کو رہے' چاہے شام کو رہے۔

ڈیوٹی والوں کو ستانے کا انجام:

کیا ڈیوٹی والوں کو ستایا نہیں گیا؟ کیا انہیں اذیت نہیں پہونچائی گئی؟ انھیں بھی ستایا گیا ہے انھیں بھی تلواریں دکھائی گئیں انھیں بھی تیروں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ڈیوٹی والوں کو ستانے والوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ اپنے کو بچا نہ سکے۔ وہ بہتر (۷۲) نفوس جو ہر وقت ڈیوٹی پر تھے جب وہ میدان کربلا میں پہنچے تو وہاں کے اپنے وقت کی بڑی طاقت نے اُن کو ستایا تو دُنیا نے دیکھا کہ نہ دمشق کا وہ تخت رہا' نہ یزید کی وہ سلطنت رہی' نہ یزیدیت کے وہ خرافات رہے۔ دُنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ جو ڈیوٹی پر تھا وہ آج تک نظر آرہا ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه.**

یزید پلید تو بہت ناکام ہوگیا اس لئے کہ اُس نے جو چاہا تھا وہ نہ ہوسکا۔ کامیابی تو جب ہی ہے کہ آپ جو چاہیں وہ ہوجائے ورنہ ناکامی ہے۔ یزید نے جو

چاہا وہ نہ ہوسکا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جو چاہا وہ ہوسکا۔ یزید، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ستا رہا ہے مگر دُنیا دیکھ رہی ہے کہ خدا نے کیسا انتقام لیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ پر کیسے کوڑے برسائے گئے، یہ بھی ڈیوٹی والے تھے مگر کوڑے برسانے والی طاقت معتضد کی سلطنت اور اُن کی سطوت وشوکت سارا ختم ہوگیا مگر آج احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سارے مومنوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ بچتا وہی ہے جو ڈیوٹی پر ہے۔ جب تم چوبیس گھنٹے ڈیوٹی پر تھے تمہارے نام سے قیصر بھی لرز رہا تھا، کسریٰ بھی چونک رہا تھا، تم جس طرف چلتے تھے تو بارشِ رحمت، ابرِ رحمت کی طرح پھیل گئی۔ جدھر تم جا رہے تھے اُدھر ساری دُنیا لرز رہی تھی۔ آخر کیا بات تھی ادھر اونٹ کی لگام لے کر چلا تو قیصر وکسری کو روندتا ہوا چلا گیا، یہ ایئر کنڈیشن مریسڈس والے کیا کر رہے ہیں۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .**

وردی اُتار دو تو تمہاری کوئی قیمت نہیں رہے گی۔ اگر تم واقعی ایمان والے ہو، اگر تم واقعی اسلام والے ہو تو اب تم کو مکمل طور پر مسلمان بننا ہے، سر سے پیر تک مسلمان بننا ہے۔ اسلام کی دعوت ہمیشہ دی گئی ہے اور غیر مسلموں کو سمجھایا گیا ہے اور آج بھی سلسلہ جاری ہے مگر اسلام لانے کی رفتار جو پہلے تھی وہ آج نہیں۔ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو رہا ہے خاندان کا خاندان مسلمان ہو رہا ہے۔ سلطنت کی سلطنت مسلمان ہو رہی ہے۔ آج وہ منظر نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آج ہم اسلام کو سمجھا رہے ہیں اور پہلے تو لوگ اسلام دکھلا رہے تھے۔ سمجھانا اور ہے دکھانا اور ہے۔ پہلے تو مسلمان کو دیکھے تو اسلام نظر آئے، اُن کی گفتار اسلام کی گفتار، اُن کی رفتار اسلام کی رفتار، اُن کا کردار اسلام کا کردار۔ چلے تو پتہ چلے کہ اسلام چل رہا ہے، بیٹھے تو پتہ چلے کہ اسلام بیٹھا ہوا ہے، سو جائے تو پتہ چلے کہ اسلام سو رہا ہے۔ وہ اسلام کے آداب کے اتنے

پابند تھے کہ آج ہم دِکھا نہیں سکتے۔ آج کے مسلمان کو اگر دیکھ کر کوئی اسلام کو سمجھ نہ پائے تو پھر سمجھانے سے کیا سمجھ پائے گا۔ اسلام کو سمجھنا چاہتے ہو تو سر سے پیر تک مسلمان ہو جاؤ ﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾۔

علماء و مشائخ کی صحبت سے دوری نقصاندہ ہے : ہر کام کسی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے جس کام سے مقصد حاصل نہ ہو تو فائدہ کیا؟ ہم بھی تو اسلام کسی مقصد کے لئے لائے ہو۔ ہمیں اسلام مفت میں ملا ہے۔ اسلام لانے کے لئے ہمیں محنت نہیں کرنی پڑی۔ اتفاق سے باپ دادا مسلمان تھے تو ہم بھی مسلمان۔ کتنی آسانی سے ہم مسلمان ہو گئے۔ ہمیں مسلمان ہونے کیلئے کب زمین پر گھسیٹا گیا۔ ہمارے سینے پر کب پتھر رکھے گئے۔ ہمیں وطن سے بے وطن کب کیا گیا۔ ہمیں مصائب و آلام سے کب گذرنا پڑا۔ اتفاق سے مسلمان ہو گئے' آسانی سے یہ دولت ملی ہے اس لئے قدر نہیں ہے۔ اسلام کو جنھوں نے مشقت سے حاصل کیا ہے اُن سے پوچھیں کہ اسلام کتنی بڑی دولت ہے۔ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ کتنی بڑی دولت ہے' سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے پوچھو یہ کتنا بڑا سرمایہ ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پوچھو...... اُن نفوس قدسیہ سے پوچھو جنھوں نے اسلام کو اپنے کلیجہ سے لگا کر رکھا۔ اُن کا ایمان' معیاری ایمان۔ اُن کا اسلام' معیاری اسلام۔ اُن کے اعمال' معیاری اعمال ہیں۔

ہمیں موروثی طور پر اسلام کے نظریات' خیالات اور اعمال مل گئے مگر جو دلائل ہوا کرتے ہیں وہ موروثی نہیں ہوتے۔ دلائل کتابوں سے ملا کرتے ہیں مگر کتابوں سے کوئی ربط نہیں رہا۔ باپ دادا فاتحہ پڑھ رہے تھے ہم بھی پڑھ رہے ہیں۔ باپ دادا مزارات کو جاتے تھے ہم بھی جا رہے ہیں۔ بہر حال سب اعمال کر رہے ہیں مگر کیوں کر رہے ہیں کچھ نہیں معلوم' دلیل نہیں۔ اس لئے لوگوں کو دھوکہ دینے کا موقعہ مل گیا ہے

کہ اُن کے پاس نظریہ ہے دلیل نہیں۔ اُن کے پاس خیال ہے اُس کی پشت پناہی نہیں ہو رہی ہے کیونکہ نظریہ جو ہے وہ موروثی ہوتا ہے اور دلائل جو ہوتے ہیں وہ کتابوں سے ملتے ہیں۔ علماء کی صحبت سے ملتے ہیں' وہ مشائخ کی درسگاہوں سے ملتے ہیں جہاں یہ چیز ملتی ہے یہ وہاں نہیں جاتے۔ جب مسلمان ہو تو قرآن کا تم سے مطالبہ ہے کہ تم سر سے پیر تک مسلمان ہو جاؤ۔ تمہاری بولی مسلمان کی بولی ہو۔ تمہاری رفتار مسلمان کی رفتار ہو۔ تمہاری تجارت وزراعت مسلمان کی تجارت وزراعت ہو۔ تمہارا سونا جاگنا مسلمان کا سونا جاگنا ہو۔ تمہارا اُٹھنا بیٹھنا مسلمان کا اُٹھنا بیٹھنا ہو **﴿یَـآ اَیُّهَـا الَّـذِیۡـنَ اٰمَـنُـوۡا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَـآفَّةً﴾** اس مفہوم کی ایک مختصر وضاحت تھی جس کو میں نے اب پیش کیا۔

دوسرا مفہوم: **﴿یَـآ اَیُّهَـا الَّـذِیۡـنَ اٰمَـنُـوۡا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً﴾**

اے ایمان والو تم سب کے سب مکمل طور پر دائرہ صلح وسلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ سلامتی' اسلام کا جزء لاینفک (الگ نہ ہونے والا' اٹوٹ حصہ integral part) ہے۔ اسلام کا مطالبہ ہے کہ اے ایمان والو تم سب کے سب سلامتی والے ہو جاؤ۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صلح وسلامتی' امن وشانتی یہ تو بین الاقوامی نظریہ کی بنیاد ہے' دُنیا کا ہر فرد صلح وسلامتی چاہتا ہے۔ جب صلح وسلامتی کی بات تھی تو خطاب سارے انسانوں سے ہونا چاہیے تھا۔ اسلام بین الاقوامی دِین ہے جب وہ صلح سلامتی کی دعوت دیتا ہے تو یہ کہنا چاہیے تھا **یا ایھا الناس ادخلوا فی السلم کافة** اے دھرتی پر بسنے والے انسانو! تم سب کے سب دائرہ صلح وسلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ قرآن میں جگہ جگہ پر سب انسانوں سے خطاب ملتا ہے **﴿یٰۤاَیُّهَـا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّـذِیۡ خَـلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ﴾** (النساء/۱) اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو نفس واحد سے پیدا کیا۔ **﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا﴾**

اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ﴿**وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَالنَّاسِ لَايَعۡلَمُوۡنَ**﴾ (سبا/۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔ سرکارِ رسالت ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: **ارسلت الی الخلق کآفۃ** میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب سب جگہ انسانوں سے خطاب ہے تو یہاں بھی ہونا چاہیے تھا۔ **یٰاَیُّھَا النَّاس ادخلوا فی السلم کافة** اے لوگو دائرہ صلح وسلامتی میں داخل ہو جاؤ۔ مگر یہ بات کیا ہے کہ اسلام جب خدا سے ڈرنے کی بات کرتا ہے' اسلام جب خدا سے تقوی کی بات کرتا ہے' اسلام جب خدا سے خوف کی بات کرتا ہے تو انسانوں سے خطاب کرتا ہے اور جب امن وسلامتی کی بات کرتا ہے تو ایمان والوں سے خطاب کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام حقیقت پسند واقع ہوا ہے وہ سمجھتا ہے کہ امن تو ایمان والا ہی قائم کر سکتا ہے۔ سلامتی تو اسلام والے ہی میں ہو گی۔ ایسے لوگوں کو ہم کیا بولیں گے جو امن کا نام لیتے ہیں اور فساد کا کام کرتے ہیں۔ امن کی باتیں تو سب ہی کرتے ہیں۔ فسادی بھی آگے بڑھتا ہے تو یہ کہتے ہوئے نہیں بڑھتا کہ ہم فساد کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ ہلاکو اور چنگیز خان بھی یہ کہکر نہیں بڑھا تھا کہ ہم فساد کے لئے بڑھ رہے ہیں یہ امریکہ والے بھی آواز لگا رہے ہیں کہ ہم امن وسلامتی ہی چاہتے ہیں۔ برطانیہ بھی یہی بولتا ہے فرانس بھی یہی کہہ رہا ہے۔ دُنیا کی بڑی طاقتیں امن وآمان صلح وشانتی کا نام لے رہی ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ نام لیا جا رہا ہے امن کا اور قطاریں لگائی جا رہی ہیں ٹینکوں کی۔ نام لیا جا رہا ہے امن کا اور ایٹم بن ہائیڈروجن بم کے تجربات ہو رہے ہیں مزائیلوں کی صفیں لگ رہی ہیں اور نام لیا جا رہا ہے امن کا۔ راکٹوں سے سیر ہو رہی ہے نام لیا جا رہی ہے امن کا۔ دُنیا کو تباہ کرنے کا سارا سامان تیار کر رہے ہیں اور نام لیا جا رہا ہے امن کا۔ فساد کا کام کرو اور امن کا نام لو۔

سلامتی مومن کی فطرت میں ہے:

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ امن کا نام لو اور فساد کا کام کرو۔ سلامتی اگر ہے تو صرف مسلمان کی فطرت میں ہے۔ سلامتی والا وہی ہوگا جو اسلام والا ہو اور امن والا وہی ہوگا جو ایمان والا ہو۔ دیکھو ہمارے کتنے پیارے نام ہیں۔ مسلم' صرف سلامتی والا۔ مومن' امن والا۔ جسکے اندر سلامتی وَامن ہو۔ ہمارا نام ہی ایسا دیا گیا ہے کہ فساد کا تصوّر رہی نہ آئے۔ ہم ہی سلامتی والے ہیں۔ ہم ہی امن وشانتی والے ہیں۔

رُوحانی ایٹم بم سے سلامتی قائم ہوتی ہے :

مومن کے پاس بھی ایک ایٹم بن ہوتا ہے۔ تاریخ کا واقعہ ہے کہ مولانا روم علیہ الرحمہ کے شہر کے کنارے ہلاکو خاں کا لشکر بیجو خاں کی قیادت میں آ کر پڑاؤ ڈال دیا اور پھر اُسے اسی شہر سے گذرنا تھا اگر وہ گذرجاتا تو اتنی تباہی مچاتا کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کبھی یہاں کوئی بھی شہر تھا یا نہیں۔ جب وہ لشکر گذر جاتا تو نہ مکانات نظر آتے نہ کھیتیوں کی کوئی سلامتی دکھائی دیتی۔ اس کے لشکر کو دیکھ کر شہر والے گھبرا گئے اور دوڑے ہوئے مولانا روم علیہ الرحمہ کی خانقاہ کی طرف چلے۔ یہ دوڑنے والے ایمان داروں اور شہریوں سے پوچھو کہ مولانا روم علیہ الرحمہ خانقاہی بزرگ ہیں اُن کے پاس کیوں جارہے ہو؟ وہ تو صرف دو ہاتھ والے ہیں' دو پیر والے ہیں' دو آنکھ والے ہیں تم اُن کے پاس کیوں جارہے ہو؟ مولانا روم علیہ الرحمہ کے پاس جانے والے سمجھ رہے ہیں کہ اُن کو دو پیر ہیں مگر ہمارے پیروں کی طرح نہیں۔ دو ہاتھ اُن کو ضرور ہیں مگر ہماری طرح نہیں ہیں۔ زبان ضرور ہے مگر ہماری طرح زبان نہیں۔ آخر یہ قوم سے پوچھو کہ تم دوڑے ہوئے کیوں جارہے ہو؟ اُن کا دوڑنا مولانا روم علیہ الرحمہ کے دروازے پر دستک دینا' اُن سے فریاد کرنا' اُن سے سلامتی کی بھیک مانگنا' اُن سے امن کی خواہش ظاہر کرنا...... اگر آج کا کلمہ پڑھنے والا اس حقیقت کی تہہ تک پہونچے

یا نہ پہونچے مگر پہلے کے مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ جب مادّی طاقت جواب دے دے تو رُوحانی طاقت والے کا سہارا لینا پڑتا ہے وہ اسی سہارے کو لینے کے لئے دوڑے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نے بھی انہیں مایوس نہیں چھوڑا کہ لوگو ! تم میرے پاس آئے ہو‘ یہاں چٹائی کے سوا تمہیں کیا ملے گا‘ (۱۰۰) دانے کی تسبیح کے سوا تمہیں یہاں کیا ملے گا۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نے بھی دیکھا کہ ایمان والے آرہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کا یہ نائب و جانشین‘ ایمان والوں کا ایٹم بم اور مومنوں کا ہائیڈروجن بم لیکر نکل پڑا۔ مومن کا ایٹم بم مصلی دَبالیا اور ہائیڈروجن بم تسبیح لے لی‘ اور لڑنے کے لئے جارہے ہیں۔ لڑنے کا طریقہ بھی عجیب وغریب نکالا۔ بیجو خان جو سپہ سالار تھا اُس کے خیمے کے سامنے مصلی بچھا کر نماز شروع کردیا۔ کیا اچھا انداز ہے کہ لڑائی بھی ہو اور خدا سے غفلت بھی نہ ہو۔ جب انہوں نے نماز شروع کردی تو بیجو خاں کو یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا کہ یہ بڑا اجری انسان نظر آرہا ہے اس میں بڑی جسارت ہے اُس کے سر کو قلم کردو۔ جب شمشیر لیکر ایک شخص نے مولانا روم علیہ الرحمہ کی جانب بڑھا تو اُس کا بازو شل ہوگیا‘ تلوار نہیں اُٹھی۔ بیجو خاں نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ (مولانا روم علیہ الرحمہ) کو روند دیا جائے‘ گھوڑے آگے بڑھائے گئے تو قدم گھوڑوں کے تھم گئے‘ گھوڑے آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ کہا کہ اُس کے بدن کو چھلنی کردو۔ تیر انداز تیر پھینک رہے ہیں‘ نشانہ خطا ہوا تو اس کے بعد بیجو خاں کہا کہ ٹھیر جاؤ‘ معاملہ کچھ اور نظر آرہا ہے۔ یہ میرے شمشیر زنوں کے کبھی بازو شل نہیں ہوئے‘ یہ میرے تیر اندازوں کا تیر کا نشان کبھی خطا نہ کرسکا‘ یہ میرے گھوڑے وہ ہیں جنکے قدم کبھی رُک نہ سکے...... معاملہ کچھ اور نظر آرہا ہے ہمارے لئے غرناطہ کو مٹی میں ملا دینا آسان ہے۔ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجانا آسان ہے جب تک ہمارا مقابلہ مادّی طاقت سے ہوتا رہا‘ ہم طوفان کی طرح بڑھتے رہے۔ ہم آندھیوں کی طرح چھاتے رہے مگر اب

رُوحانی طاقت والے سے واسطہ پڑ گیا ہے' خیریت یہی ہے کہ پلٹ کر چلو۔ دُنیا عجیب منظر دیکھ رہی تھی کہ ایک مردِ حق آ کر مصلی پر بیٹھ گیا اور تسبیح کے دانوں کو گردش دے رہا تھا ادھر فتح وشکست کے زاوئے بدل رہے ہیں۔ جب مولانا روم علیہ الرحمہ نے سلام پھیرا تو اِدھر بھی سلامتی ہے اُدھر بھی سلامتی ہے۔ سلامتی ہی سلامتی ہے۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه.

مومن کا رُوحانی ایٹم بم صحرائے نینوا پر گرا تھا ویران کو آباد کر دیا۔ امریکہ کا ایٹم بم آبادی پر گرے تو ویرانہ بنا دے۔ میدان کربلا میں مومن کا ایٹم بم گرا' اُس کو کربلا معلیٰ بنا دیا۔ مومن کا ایٹم بم سلامتی کی چیز ہے۔

سلامتی مسلمان کا مزاج ہے: مسلمانو ! زبان سے کلمہ پڑھ کر دل سے تصدیق کر کے مسلمان بن جانا بہت آسان ہے مسلمان بنکر رہنا یہ بہت مشکل ہے۔ اسلام صلح وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام امن وشانتی کا دین ہے۔ سرکار رسالت ﷺ مومن کی نشانی بیان فرماتے ہیں: **المسلم من سلم المسلمون من یده ولسانه** مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے مسلمان محفوظ رہے۔ نہ تم اپنے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہونچاؤ اور نہ اپنی زبان سے کسی کو اذیت پہونچاؤ۔ تمہارے ہاتھوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں اور تمہارے زبانوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں ......سلامتی تمہارے مزاج کے اندر ہے۔

﴾☆☆ حضور نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کو دُعا کی تعلیم دے رہے ہیں کہ اے میرے اُمتی ! اپنی نماز کے اختتام پر اپنے دائیں بائیں **السلام علیکم ورحمة الله** کہا کرے' ایک طرف کہنے سے دائیں طرف کی ساری اُمت اور دوسری طرف کہنے سے بائیں طرف کی ساری اُمت اس دُعا میں شامل ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی صرف اپنے اور اپنی آل کے لئے سلامتی کی تلقین نہیں کی بلکہ وہ تو ہیں ہی

کریم آقا۔ اُن کی رحمتیں اور برکتیں تو نادار اور بے سہارا اُمتیوں کے لئے خاص ہیں لہذا وہ دُعا حضور ﷺ کو سب سے زیادہ پسند ہے جس میں حضور ﷺ کی ساری اُمت کو بھی شامل کیا جائے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دُعا مانگ رہا تھا **اللھم ارحمنی** 'اے اللہ مجھ پر رحم فرما' حضور رحمۃ للعالمین ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میرے دُعائیہ کلمات سماعت فرمائے اور مجھے قریب آکر تھپکی دی پھر فرمانے لگے: اے علی ! اللہ کی رحمت کو تنگ کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں کہتے کہ اے اللہ ! حضور ﷺ کی ساری اُمت پر رحم فرما۔ اس لئے کہ سب کے لئے دُعا مانگنے میں اپنی ذات تو خود بخود ہی آجاتی ہے' مزید فرمایا: بے شک دُعا کو سب کے لئے عام کرنے اور محض اپنے لئے خاص کرنے میں اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین کی وسعتوں میں۔

سلامتی کی دُعا میں حضور ﷺ کی پوری اُمت شامل کر لی جائے اور جب تک ایسا نہیں ہوگا' عبادت اپنے کمال کو نہیں پہنچتی اور مکمل نہیں ہوتی۔

بندہ جب تک دوسروں کے لئے سراسر پیکر رحمت نہ بن جائے اس وقت تک اس کی بندگی اتمام وکمال کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی۔ بندے کا تو کام ہی دوسروں کی بھلائی چاہنا ہے۔ اب دوسروں کے لئے بُرا چاہنا' اُن کو اذیت دینا' تکلیف پہنچانا یا کسی کی مجبوری سے بے جا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی کو پریشان کرنا کہاں کی مسلمانی ٹھہری؟

اسلام اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے اپنے جملہ ارکان کے ذریعے سلامتی کا آئینہ دار ہے بالفرض اگر کوئی شخص نمازیں بھی پڑھے' روزے رکھے' حج وزکوٰۃ بھی ادا کرے لیکن اس کا عمل یہ ظاہر کرے کہ وہ حضور نبی مکرم ﷺ کی اُمت کے حق میں

مہربان اور شفیق نہیں بلکہ انہیں گزند اور بے جا تکلیف پہنچاتا ہے تو اس کا کوئی عمل عند اللہ اور عند الرسول قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ نیک اعمال تو تب قبول کئے جاتے ہیں جب انسان مخلوق خدا کے لئے بھی پیکر رحمت وشفقت بن جائے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت تب ہوتی ہے جب حضور ﷺ کے حکم کے مطابق پوری اُمت کو بھلائی میں شامل کرلیا جائے۔

السلام علیکم ورحمة الله کہہ کر نماز سے خارج ہونے کا سبق یہ بھی ہے کہ انسان نماز سے فارغ ہوکر جب دنیوی زندگی کی طرف نکلتا ہے تو اس کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اے بندے ! ابھی تو اللہ کے گھر میں بیٹھ کر پوری اُمت کے لئے رحمت مانگ کر آیا ہے اور اگر تو اس کے بعد بھی کلمہ گو مسلمان بھائی کو اپنے عمل سے تکلیف، دھوکا یا فریب دے گا تو تیری وہ نماز تیرے منہ پر ماردی جائے گی کہ جس کا اختتام تونے **السلام علیکم ورحمة الله** کے ذریعے سلامتی کی دُعاؤں پر کیا اس طرح زبان سے دُعا اور عمل سے تکلیف دے رہا ہے۔ تیرے قول وعمل میں اس قدر تضاد ساری عبادتوں قیام، رکوع، سجود وغیرہ کے اثرات کو ختم کردیتا ہے۔

اسلام اور انسانی برابری :

اسلام ہی نے نفرت بھری دُنیا میں وحدتِ انسانی کا صور پھونکا ......اور تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑائی کا قاعدۂ کلیہ سورۃ حجرات میں بیان فرمایا ہے : ﴿**یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ**﴾ (الحجرات/۱۳) اے لوگو ! بلاشبہ ہم نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنادیا تمہیں کئی شاخیں اور کئی قبیلے تاکہ باہم پہچان رکھو۔ بیشک تم میں سے زیادہ معزز (عزت والا) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی (اللہ سے ڈرنے والا) ہے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو بڑائی کا معیار خوفِ خدا یعنی تقویٰ ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہے وہی حقیقت میں بڑا ہے۔ اگر دُنیا والوں نے بڑا سمجھا' اور اخباروں ورسالوں میں نام چھپے اور لوگوں نے تعریفیں کیں' مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمینہ اور ذلیل رہا تو یہ دُنیا کی بڑائی کس کام کی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار اور دِیندار ہی بڑے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہیں وہ دُنیا میں بھی اچھائی سے یاد کئے جاتے ہیں اور سیکڑوں برس تک دُنیا میں اُن کا چرچا رہتا ہے اور آخرت میں جو اُن کو بڑائی ملے گی وہ الگ رہی۔

بڑے بڑے فقہاء ومحدثین عجمی تھے اور نسب کے اعتبار سے بڑے بڑے خاندانوں سے نہ تھے بلکہ اُن میں بہت سے وہ تھے جو آزاد کردہ غلام تھے۔۔آج تک اُن کا نام روشن ہے اور رہتی دُنیا تک اُمت کی طرف سے اُن کو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دُعائیں پہنچتی رہیں گی۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں :

کسی خاندان میں پیدا ہونا' کسی زمین کا باشندہ ہونا اور چہرے کی کوئی خاص رنگت' اس میں انسان کی اپنی کوشش اور سعی کو کوئی دخل نہ تھا۔ اس لئے قرآن کریم نے اس کو وجہ افتخار قرار نہ دیا البتہ ایک چیز ہے جس سے انسان کا مرتبہ دوسرے لوگوں سے برتر واعلیٰ ہو جاتا ہے اور اس میں انسان کی ذاتی کوشش کا بھی دخل ہے اور وہ ہے تقویٰ۔

تقویٰ کی بنا پر جو معزز ومحترم ہوگا وہ فخر وغرور سے یکسر پاک ہوگا اور ایسے شخص کا وجود نہ صرف اپنے ملک اور قوم کے لئے باعث خیر وبرکت ہوگا بلکہ تمام نوعِ انسانی اس کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتی رہے گی۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے مختلف مواقع پر بڑے اثر انگیز انداز میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ چند ارشاداتِ نبوی سماعت فرمایئے :

فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ تھی۔ حضور ﷺ لوگوں کے بازوؤں کا سہارا لے کر اونٹنی سے اُترے۔ حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: **یایھا الناس ان اللہ تعالیٰ قد اذھب عنکم عیبۃ الجاھلیۃ وتعظمھا باٰبائھا فالناس رجلان ۔ رجل برتقی کریم علی اللہ تعالیٰ ورجل فاجر ۔ شقی ھین علی اللہ تعالیٰ ۔ الناس کلھم بنو آدم وخلق اللہ آدم من تراب** (بیہقی شعب الایمان، ترمذی) سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تم سے عہد جاہلیت کی خامیاں دور کر دیں اور تمہیں تکبر سے پاک کر دیا۔ اے لوگو! انسانوں کے بس دو ہی گروہ ہیں۔ ایک نیک، متقی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محترم ہے۔ دوسرا بدکار، بدبخت جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ہے۔۔ ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: **یایھا الناسْ الا ان ربکم واحدْ لافضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربیْ ولا لاسود علیٰ احمر ولا لاحمر علیٰ اسود الا بالتویٰ ْ ان اکرمکم عند اللہ اتقکمْ الاھل بلغت؟ قالوا علیٰ یارسول اللہْ قال فلیبلغ الشاھد الغائب** (بیہقی) اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ نہ کسی کالے کو سُرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کالے پر برتری حاصل ہے بجز تقویٰ کے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہوگا۔ لوگو! کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچا دیا؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا یارسول اللہ ﷺ! بے شک آپ نے پہنچا دیا۔ فرمایا، جو یہاں موجود ہیں وہ یہ حکم ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

كلكم بنو اٰدم واٰدم خلق من تراب ولينتهين قوم يفخرون باٰبائهم او ليكونن اهون على الله من الجعلان (بزار) تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ لوگ اپنے باپ دادا پر فخر کرنے سے باز آجائیں، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوبر کے کالے کیڑے سے بھی حقیر و ذلیل ہوں گے۔

ان الله لايسئلكم عن احسابكم ولا عن انسابكم يوم القيامة ۚ ان اكرمكم عند الله اتقٰكم (تفسیر ابن جریر) اللہ تعالیٰ روز محشر تم سے تمہارے حسب ونسب کے بارے میں باز پُرس نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم وہ ہوگا جو زیادہ متقی ہوگا۔

ان الله لاينظر الىٰ صوركم واموالكم ولكن ينظر الىٰ قلوبكم واعمالكم (مسلم) اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

قرآن کریم کی اس تعلیم اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کا اعجاز تھا کہ ایک ایسی اُمت معرض وجود میں آگئی جن کے نزدیک عظمت و بزرگی کا معیار فقط تقویٰ اور پارسائی تھی۔ باقی تمام جھوٹے امتیازات مٹ گئے۔ فخر ومباہات کے جملہ اسباب کا قلع قمع ہوگیا۔

انسانی وحدت کا داعی اسلام ہے :

قرآن کریم نے انسانی وحدت کو مرتب کرنے پر پورا پورا زور دیا ہے اس لئے کہ تمام انسان ایک ہی درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں۔ سب ایک ہی جڑ سے منسلک ہیں۔ ایک ہی ماں باپ کی سب اولاد ہیں۔ انسانیت کے کسی حصے کی تباہی و بربادی اسلام کو گوارہ نہیں۔ جس طرح ایک درخت اپنے تمام پتوں اور گل بوٹوں کو قوت حیات فراہم کرتا ہے اور تیز وتند ہوا کے جھونکوں میں پتے اور شاخیں لرزنے

لگتے ہیں تو درخت کی مضبوط جڑیں انہیں سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ اسلام وحدت آدمیت کو برقرار رکھنے اور بنی نوع آدم کی سلامتی و بہبودی کو قائم کرنے کا داعی ہے اسی لئے جہاں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ﴿**یاایھا الذین اٰمنوا** ﴾ اے ایمان والو ! کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں تمام اولادِ آدم کو متوجہ فرماتے ہوئے ﴿**یاایھا الناس** ﴾ اے لوگو ! اور ﴿**یا بنی اٰدم** ﴾ اے آدم کے بیٹو ! کا خطاب بھی آیا ہے تا کہ انسانی برادری اپنی اصلیت کو فراموش نہ کردے اور نسلی وطبقاتی فکر کا شکار نہ ہو جائے۔

انسانی جان کی عظمت رب کائنات کے حضور کیا ہے، جب ہم اسلام کے قانونِ فوجداری کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کے لئے ایک ہی پیمانہ ہے۔ نظام اسلامی میں ہر جان کی ایک قیمت ہے۔ جو بھی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے وہ قتل کیا جاتا ہے۔ جو بھی چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ قلم کیا جاتا ہے۔ جو بھی ظلم کی راہ اپناتا ہے اس کی سرزنش کی جاتی ہے۔ قاتل چاہے کوئی امیر ہو یا غریب۔ راعی ہو یا رعایا، عالم ہو یا جاہل، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا ...... اسلام کا قانون سب پر یکساں فانذ ہوتا ہے۔

اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی :

قوانینِ اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مجرم قاتل یا جنایت کرنے والے کو سزایاب ہوکر وبال معصیت سے منزہ ہونے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین وجمل میں آیت پاک کے حصے ﴿**فمن تصدق بہٖ** ...... ﴾ کے تحت ہے کہ جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہوکر وبال معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اُوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اُس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا، چنانچہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا بارگاہ مصطفوی میں

حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کرنا اور اس بات کا اصرار کرنا کہ **طهرنی یارسول اللہ** اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے' اس عقیدہ کی منہ بولتی تاریخی شہادت ہے جس سے تاریخ شریعت اسلامیہ کا مبتدی طالب علم بھی ناواقف نہیں۔

حالتِ جنگ میں اسلام کا پیغامِ امن :

عین حالتِ جنگ میں ان باتوں کا لحاظ کون کر سکتا ہے؟ سوائے اس کے جو انسانیت کا بہی خواہ، بنی نوع آدم کا اخلاص مند اور اہل عالم کی فلاح و بہبود کا مبلغ ہو۔ اسلام ایسا مستحکم اور مضبوط نظام ہے جو کسی کو بھی حد سے تجاوز کرنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ ﴿**اِنَ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ**﴾ (البقرۃ/۱۹۰) **بیشک اللہ پسند نہیں فرماتا زیادتی کرنے والوں کو** (معارف القرآن)

حد سے تجاوز کرنے (بڑھ جانے) والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ دشمنانِ اسلام سے عین معرکہ کی حالت میں بھی وہ آوازہ مجاہدین کے کانوں میں گونجتا رہتا ہے جو حضور رحمۃ للعالمین سید المرسلین بنی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا:

☆ صرف اسی سے مقابلہ کیا جائے جو خود جنگ کی نیّت سے آئے۔

☆ حرم میں خونریزی سے باز رہا جائے (اگرچہ اُس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے وہاں جہاد کی حِلّت عطا فرمادی تھی)۔

☆ جو شخص کعبے کی حدود میں داخل ہو جائے وہ ہماری پناہ میں ہے۔

☆ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ پناہ میں ہے۔

☆ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ پناہ میں ہے۔

☆ جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

☆ جو ہتھیار پھینک دے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

☆ زخمی اور قیدی نہ کئے جائیں (محض چند اشتہاری مجرم ایسے تھے جو ان قوانین سے مستثنیٰ تھے)

عام معرکہ کارزار کے دوران یہ قوانین بھی ملحوظ رکھے جاتے تھے:

☆ بدعہدی اور خیانت نہ ہو۔

☆ لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔

☆ پھلدار درختوں کا کاٹ کر یا جلا کر برباد نہ کیا جائے۔

☆ آبادی کے غیر محاربین کو نہ چھیڑا جائے۔

فتح مکہ کے روز محسنِ انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں سب کے لئے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ یہ اسلام کا نظامِ امن ہے جس کی مثال نہ ہی پیش نہیں کی جا سکتی ہے اور نہ ہی دِین اسلام کے سوا کہیں ممکن ہے۔

اسلامی انقلاب : اسلام نے صرف ۲۳ برس کی مدت میں روئے زمین پر اتنا بڑا رُوحانی اور مذہبی انقلاب برپا کیا کہ پوری تاریخ انسانی میں اتنا محیط، اتنا مُکمّل اتنا ہمہ گیر اور اتنا ہمہ جہت انقلاب نہ کبھی چشم فلک نے دیکھا ہے اور نہ کوئی اس کا تصور کر سکتا ہے۔ عقل حیران ہیکہ مکہ مکرمہ کے تیرہ سال قید و بند اور مصائب و آلام کی صعوبتوں میں گزرے اور مدینہ منورہ کے دس سال قتل وخون کے معرکوں میں بسر ہوئے لیکن اِن ہی ۲۳ سال میں دُنیا کا اتنا بڑا انقلات کیونکر رونما ہوا جس نے زمینوں کا جغرافیہ بدل دیا، حکومتوں کے نقشے بدل دیئے، مجد وشرف کا معیار بدل دیا۔ فکر و ذہن کے زاویئے بدل دیئے، دلوں کے تقاضے بدل دیئے، قوموں کی سرشت بدل دی، لذت والم مسرت وغم اور تکلیف وآرام کے پیمانے بدل دیئے۔ یہاں تک کہ چشم زدن میں صدیوں کے بگڑے ہوئے انسانوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ اپنے ظاہر سے بھی بدل گئے اور اپنے باطن سے بھی، وہ اپنے اندر سے بھی بدل گئے اور اپنے باہر سے بھی، وہ اتنا بدل گئے کہ جسے دیکھ لیا وہ بھی بدل گیا، جسے چُھو دیا، وہ مٹی تھا

تو سونا ہو گیا۔ ذرہ تھا تو سورج کی طرح چمکنے لگا۔ جس آبادی سے گذر گئے وہ ایمان ویقین کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔ جس ویرانے میں قدم رکھ دیا وہ دھان کے کھیت کی طرح لہلہانے لگی۔ اسلامی انقلاب بیک وقت مذہبی انقلاب‘ سیاسی انقلاب‘ خاندانی روایات کا انقلاب‘ رنگ ونسل کا انقلاب‘ علم وفکر کا انقلاب‘ رُوحانی انقلاب‘ آئین ودستور کا انقلاب‘ تہذیبی انقلاب‘ عمرانی انقلاب‘ اخلاقی انقلاب‘ دُنیوی انقلاب‘ انفرادی انقلاب‘ اجتماعی انقلاب‘ علاقائی انقلاب‘ عالمی انقلاب‘ اُخروی انقلاب‘ دائمی انقلاب اور آخری انقلاب ہے۔

عقل انسانی حیران ہےکہ اتنا عظیم انقلاب جس کے اثرات حیات انسانی کے ہر شعبے پر آسمان کے بادل کی طرح چھا گئے ہوں وہ تنہا ایک اُمیِّ انسان ﷺ کی ذات سے کیونکر وجود میں آ گیا۔ یہ اتنا ہمہ گیر انقلاب ہے جو دُنیا سے لیکر محشر تک سارے بنی نوع انسان پر ابدی سعادتوں کے دروازے کھولتا ہو‘ جو دنیوی زندگی کی کامرانیوں کا بھی ضامن ہو اور اُخروی نجات کا بھی پروانہ عطا کرتا ہو۔ دُنیا بدلتی رہے گی‘ نسلیں پھولتی رہیں گی‘ پھلتی رہیں گی‘ انسان آتے اور جاتے رہیں گے‘ آبادیوں کا نقشہ بنتا اور بگڑتا رہے گا‘ قوموں کی کشتی ڈوبتی اور ابھرتی رہے گی لیکن اسلام کا سکّہ ہر دور‘ ہر ملک‘ ہر قوم‘ ہر حال‘ ہر زمان میں چلے گا اور ایک ہی نرخ پر ہمیشہ چلتا رہے گا۔

اسلام کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے اگر ایک طرف کشور کُشا مجاہدین کا اُمنڈتا ہوا لشکر ہے تو دوسری طرف خلافت ارضی کا کاروبار سنبھالنے والے فرماں رواؤں کا گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلامی نظامِ حیات کا دستور اور شریعت کے قوانین مرتّب کرنے والے فقہا اور مجتہدین ہیں تو دوسری طرف آئین شریعت کی روشنی میں حقوق انسانی کا تحفظ کرنے والے قاضیوں کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف معاشرہ کو اسلامی احکام واخلاق کے سانچے میں ڈھالنے والے مصلحین ہیں تو دوسری

طرف قلوب انسانی کو تجلیاتِ الٰہی کا گہوارہ بنانے والے اصحاب سلوک و احسان کا مقدس گروہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف اسلام کی دعوت کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے مبلّغین کا دستہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے اندرونی نظام اعتقاد و عمل کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے والے مُجدِّدین کی جماعت بھی ہے۔ اگر ایک طرف باطنی دُنیا کا کاروبار سنبھالنے والے اولیاء' اَغواث' اقطاب' ابدال و اوتاد' نُقباء اور نُجباء کے نورانی طبقات ہیں تو دوسری طرف ظاہری احوال کو درست رکھنے والے علمائے اُمّت اور نائبین رسول کا مقدس گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کریم کو دل کے تہہ خانوں میں محفوظ کرنے والے حُفّاظ کا طبقہ ہے تو دوسری طرف قرآن کے حروف اور کلمات کو صحیح تلفّظ اور ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنے پڑھانے والے قاریوں کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب اور اُس کے عُلوم و معارف سے قلوب و اَذْہان کو مُنوّر کرنے والے مفسرین ہیں تو دوسری طرف قرآن حکیم کے دلائل و براہین سے عُقولِ انسانی کو چراغ دِکھانے والے محققین کا طبقہ بھی ہے

اگر ایک طرف پیغمبرِ اعظم ﷺ کے اقوال و افعال کو اُمّت تک پہنچانے والے راویوں کا گروہ ہے تو دوسری طرف رِجال حدیث کے احوال زندگی اور اُن کے سلسلہ روایت کا ریکارڈ رکھنے والے محدثین کی جماعت بھی ہے۔

اگر ایک طرف اصولِ روایت و درایت کی کسوٹی پر حدیثوں کو پرکھنے والے ناقدین ہیں تو دوسری طرف اسلام اور مشاہیر اسلام کے احوال و واقعات سے دُنیا کو باخبر کرنے والے مؤرخین کی جماعت بھی ہے۔

اگر ایک طرف قرآن کی فصاحت و بلاغت کو ادبی اور فنّی بنیادوں پر دُنیا کے سامنے پیش کرنے والے اہلِ معانی کا گروہ ہے تو دوسری طرف اندازِ بیان اور وُجوہ اعجاز کے

رُخ سے قرآن حکیم کو خُدا کا کلام ثابت کرنے والے نکتہ رسوں کا طبقہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف رسولِ اعظم ﷺ کے شمائل وعادات اور فضائل ومعجزات کی تفصیلات سے اُمّت کے قلوب کو سُرور بخشنے والے اصحاب سیَرہ ہیں تو دوسری طرف اہلِ ایمان کے سینوں میں عشق رسول کی شمع رَوشن کرنے والے نعت گو شعراء اور میلاد خوانوں کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف دینی علوم کو آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے والے اصحاب درس وتدریس ہیں تو دوسری طرف عقل وحکمت کے دلائل سے اسلام کو مسلح کرنے والے حُکماء ومتکلمین کا طبقہ بھی ہے۔ اگر ایک طرف نبوت کے علوم ومعارف کو نقوش وتحریرات کے ذریعہ محفوظ کرنے والے مصنفین ہیں تو دوسری طرف بحث واستدلال کے میدان میں اسلام کی وکالت کرنے والے مناظرین کا گروہ بھی ہے۔

اگر ایک طرف مساجد میں نمازیوں کی قیادت والے ائمہ کی جماعت ہے تو دوسری طرف نیکیوں کی ترغیب دینے اور بُرائیوں سے روکنے کے لئے دلوں کو پگھلا دینے والے واعظین کا دستہ بھی ہے۔

ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز وسامان صرف اس لئے وجود میں لایا گیا تا کہ دُنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہے۔

اسلام اور تلوار:

اسلام کا ہمہ گیر انقلاب ہرگز تلواروں سے برپا نہیں کیا گیا۔ یہ سرتا سر فکر وذہن کا انقلاب تھا۔ یہ فطرت انسانی کے اندر چُھپی ہوئی قوتوں کا انقلاب تھا۔ یہ عقیدہ توحید کے ساتھ روحوں کی گرویدگی اور دلوں کی نیاز مندی کا انقلاب تھا۔ یہ سچائی کے افق پر پھیل جانے والی اُس روشنی کا انقلاب تھا جس نے عرب کے ذرّے ذرّے کو حقیقت کے عرفان کا آئینہ بنا دیا۔

دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ فتح مکہّ کے بعد سارے جزیرۂ عرب سے بتوں کی مصنوعی ہیبت اور فرضی خُداؤں کے اقتدار کا جنازہ اس دھوم دھام سے نکلا کہ حمایت میں تلوار اُٹھانا تو بڑی بات ہے، اُن کی تباہی پر آنسو بہانے والا کوئی بھی نہیں تھا۔

اب عرب کے نئے جغرافیہ میں نہ بُت خانوں کے لئے کوئی جگہ باقی رہ گئی تھی اور نہ بتوں کے پرستاروں کے لئے۔ سارا عرب نعرہ توحید کے غلغلے سے گونج رہا تھا۔ قبول حق کے لئے دِلوں کے دروازے اس طرح کُھل گئے تھے کہ پوری بشاشت کے ساتھ لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے اُنھیں اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے مکےّ میں آنا چاہیے۔ وہاں تلوار پیغمبر کے ہاتھ میں نہیں تھی کُفار مکّہ کے ہاتھوں میں تھی۔

طاقت اسلام کے داعی کے پاس ہوتی تو وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور رات کے اندھیروں میں لوگوں کو کلمہ حق کی تلقین کیوں کرتا؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مکےّ میں تلواریں بھی چلیں، نیزے بھی اُٹھے، تیر بھی برسے، اور طاقت بھی استعمال ہوئی لیکن اسلام کو پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ اسلام کی خاموش پیشقدمی کو روکنے کے لئے، اسلام قبول کرنے والوں کا کلیجہ دہلانے کے لئے، پیغمبر کی آواز کو کچلنے کے لئے، اور اپنے بتوں کا نعرہ بلند کر کے عقیدۂ توحید کا مذاق اُڑانے کے لئے ......لیکن اس کے باوجود دُنیا نے پہلی بار عشق وعقیدت اور ایمان ویقین کی گرویدگی کا یہ حیرت انگیز تماشا دیکھا کہ لوگ تلواروں کی ضرب سے گھائل ہوتے رہے۔ پتھروں کی چوٹ پر چوٹ کھاتے رہے، زخم پہ زخم سہتے رہے، انگاروں پہ لوٹتے رہے، پگھلتے رہے، گرم گرم چٹانوں پہ جلتے رہے، اور قید وبند کی دردناک اذیتوں میں تڑپتے رہے، سلگتے رہے لیکن کلمہ حق کے ساتھ والہانہ عقیدت کا نشہ تھا کہ اُترنے کے بجائے چڑھتا ہی رہا۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ لذّت و آسائش کا مفہوم سب کے حق میں یکساں نہیں ہوتا۔ کوئی پھولوں کے سیج پر راحت محسوس کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی وارفتگانِ محبت ہیں جنہیں کانٹوں کی نوک سے گھائل ہونے میں ہی مزہ ملتا ہے۔

نبی کے چہرے میں خُدائے ذوالجلال کا جلوہ دیکھنے والوں نے جلتی ہوئی چٹانوں پر اخلاص و وفا کا نقش ثبت کر کے دُنیا کو بتا دیا کہ اسلام تلواروں کا مذہب نہیں‘ عشق و وارفتگی کا مذہب ہے۔ اسلام طاقت کا مذہب نہیں‘ سُپردگی کا مذہب ہے۔ اسلام جارحیت کا مذہب نہیں‘ صبر و ضبط کا مذہب ہے۔ اسلام جبر و اکراہ کا مذہب نہیں‘ محبت و دلربائی کا مذہب ہے۔ اسلام زر‘ زن‘ زمین کی رشوتوں کا مذہب نہیں‘ بلکہ اخلاق کی کشش‘ کردار کے تقدس‘ سیرت کی پاکیزگی اور عقیدے کی سچّائیوں کا مذہب ہے۔

مکّے کی سرزمین پر شہیدانِ وفا کے لہو کا ہر قطرہ آج بھی پکارتا ہے کہ پیغمبر نے تلوار چلا کر نہیں بلکہ قرآن سُنا کر اسلام پھیلایا ہے اور مکّے کی گلیوں اور بازاروں میں پتھروں کی چوٹ سے گھائل ہونے والے مظلوموں کا ہر زخم آج بھی آواز دیتا ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں نے خوف سے نہیں‘ شوق سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل پہلے مومن ہوا‘ اس کے بعد زبان نے کلمہ پڑھا۔ قہر و جبر سے گردن جُھکائی جا سکتی ہے لیکن دل نہیں جُھکائے جا سکتے۔ دلوں کے جھکانے کے لئے جلوؤں کی کشش چاہیئے۔ شخصیت کی دِلربائی چاہیئے۔ کردار کا تقدّس چاہیئے۔ سیرت کا جمال چاہیئے اور سچائیوں کی ایک ایسی روشنی چاہیئے جو دلوں کے مُقفّل دروازے توڑ کر اندر داخل ہو جائے۔ جو لوگ اسلام پر تلوار اُٹھانے کا الزام رکھتے ہیں وہ مکّے کے مقتل کا معائنہ کیوں نہیں کرتے؟ وہ غارِ ثور میں جھانک کر حق کی مظلومی کا رِقّت انگیز منظر کیوں نہیں دیکھتے؟ وہ شعبِ ابی طالب کے قیدیوں کی دردناک اذیتوں کا سُراغ کیوں نہیں لگاتے؟ وہ

تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ مکّے میں اسلام کے پھیلنے کی ابتداء تلوار کے خوف سے ہوئی یا دل کے جذبہ شوق سے؟ وہ تاریخ سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ کس کے قہر و جبر سے لوگ اندھیری راتوں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چُھپ چُھپ کر مکّے کے کمزور اور نہتے مسلمانوں نے کِس کے مظالم سے تنگ آ کر اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دیا۔ وہ یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ مکّے میں اسلام اُس وقت سے پھیل رہا تھا جب تلوار اسلام کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھی۔ مکّے میں اسلام اُس وقت سے پھیل رہا تھا جب وہ خون کے پیاسوں، قاتلوں، ظالموں اور درندوں کے نرغے میں گھرا ہوا تھا۔ اس لئے اب تاریخ کی اس سچّائی کے سامنے ہر شخص کو اَپنا سر جُھکا دینا چاہیئے کہ اسلام دُنیا میں صرف اس لئے پھیلا کہ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے۔ لہذا جس نے بھی اسلام قبول کیا اُس نے جبر کا نہیں بلکہ اپنی فطرت کا تقاضا پورا کیا۔

معاشرتی امن کے قرآنی دائرے :

فتنہ وفساد، منکرات ومعاصی اور شَر وبُرائیوں کی روک تھام کے لئے اسلامی قوانین اور وہ سزائیں (حدود) جو اسلام نے مقرر کی ہیں وہ بھی امنِ عالم کی ضامن ہیں اور عین رحمت ہے۔

اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر خدائی نظام کا نام ہے جو دُنیا کو مساویانہ انسانی حقوق اور پُرامن طریقہ زندگی سے بہرہ ور کرتا ہے۔ افہام وتفہیم اور تعلیم وتربیت کے راستوں سے مفسدات کے تمام دروازے بند کرنا، شَر وفتن کی چنگاریوں کو ابتداء ہی نیست ونابود کرنا، اور انسانی تخلیق کے مقاصد تک پہونچانے کے لئے انسان کو بالکل آمادہ وتیار کرنا، محض اپنی ذات کے مفادات یا صرف خاندان، فیملی کی بھلائی یا

طبقہ و ملک کی حد تک نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کو حقیقی بہبود تک پہنچانا اسلام کے اولین مقاصد میں سے ہے۔

اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے والے خود اپنے قوانین میں اپنے نقطہ نظر سے جنہیں مجرم شمار کرتے ہیں اُن کو جس قسم کی بھیانک اور شرافت سوز سزائیں دیتے ہیں اُن پر غور کریں۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے زرّین دور (دورِ نبوی ﷺ سے خلافت راشدہ تک) کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حدود کے نفاذ کی برکت سے ہی جرائم کی تعداد صفر ہو کر رہ گئی تھی اور لوگوں میں خوف خدا‘ خوفِ آخرت اور یومِ حساب کی جواب دہی کا اتنا شدید احساس زندہ ہو گیا تھا کہ فتنہ و فساد‘ جرائم‘ مفاسد اور بُرائیوں نے دم توڑ دیا تھا۔ اور یہی نہیں آج جب کہ اسلامی قوانین پر **من کلِّ الوجوہ** عمل پوری دُنیا میں کسی ایک خطہ پر بھی نہیں ہے‘ صرف الٰہی ترغیب و تربیت کے تحت مسلمان قوم کے افراد زنا‘ فحاشی‘ شراب نوشی‘ خودکشی جیسے جرائم میں ہر قوم سے کم مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اس سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس نظامِ اسلامی کے محض اخلاقی اسباق میں اتنا زور اور کشش ہے جب اپنے پورے لوازمات کے ساتھ وہی نظام روئے زمین پر نافذ ہو تو کیا دُنیا جنّت نشان نہ بن جائے گی؟

عبرتناک سزا محافظ قانون ہے :

یہ مثال عقل و فہم کے قریب ہے کہ ریل گاڑی پر سفر کرنے والوں کے لئے ٹکٹ خرید کر سفر کرنے کی شرط رکھی گئی ہے۔ اب اگر بے ٹکٹ سفر کرنے والوں کے لئے جرمانہ یا سزا مقرر نہ ہو بلکہ ٹکٹ والے مسافروں ہی کی طرح ریلوے کا عملہ اُن کے

ساتھ بھی خدمت گزارانہ برتاؤ کرنے لگے تو چند روز میں ریلوے نظام کا دیوالیہ نکل جائے۔ آج کی یوروپین جمہوریتیں اور دُنیا کے متعدد ممالک فریبِ تمدن میں مبتلا ہوکر کچھ ایسی ہی راہ پر چل رہے ہیں۔ ایک طرف ماحول کے بگاڑ کے سارے سامان خود فراہم کرتے ہیں، ہوا وہوس ساری کھڑکیاں خود کھولتے ہیں، فحاشی وعریانیت کی نشرواشاعت ہی کلچر کا دوسرا نام پڑتا جارہا ہے۔ دوسری طرف معاشرتی جرائم کی تعداد میں بھیانک اضافوں پر اظہار تعجب کرتے ہیں۔

اسلام میں آبرو جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسلام میں انسانی جان کے قتل میں قصاص کی سزا مقرر ہے۔ ناموس انسانی کو داغدار کرنے کا جرم، عفت وعصمت کی چاک دامنی کا مجرم قاتلوں اور لٹیروں سے زیادہ قابلِ مذمت ہے۔ اگر کسی کے ہاتھوں کوئی ہلاک ہوجائے اور مہلوک کے ورثاء اگر رضامند ہوجائیں تو جان کے بدلے مالی فدیہ یعنی دِیت لیکر قاتل کی جان بخشی کرسکتے ہیں۔ بخلاف اس کے زانی اور زانیہ کے سلسلہ میں طرفین کی مصالحت کی بنیاد پر بھی اس جرم کی تلافی کا کوئی راستہ نہیں۔ عصمت اور پاک دامنی کے نظیف پردوں کو چاک کرنے والے محض شخصی ہلاکت خیزیوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ یہ ایک ایسا متعدی جرم ہے جس کے ناپاک چھینٹے معاشرت اور سماج کا ناسور بن جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسلام ناموس وعصمت انسانی کو انسانی زندگی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اور ایسے مجرموں پر اسلامی حد (سزائیں) جاری کرتا ہے۔ اسلامی سزاؤں سے جرائم کا انسداد ہوتا ہے اور عالم میں امن قائم ہوتا ہے۔ یہی اسلامی سزاؤں کی حکمت ہے۔ ☆☆☆

اسلام ہی امن وسلامتی کا ضامن ہے: سرکار رسالت ﷺ مومن کی تعریف بیان فرماتے ہیں: 'مومن وہ ہے جسکا پڑوسی اسکے خطرات سے مأمون رہے' یعنی اس کے شَر سے محفوظ رہے امن میں رہے۔ اگر تم پوری دُنیا میں امن لانا چاہتے ہوتو

اسلام کی کم ازکم ایک بات مان لو۔ ایک صالح انقلاب لانا ہےتو پورے اسلام کو ماننا ہوگا۔ امن وشانتی کی فضاء قائم کرنے کے لئے اگر اسلام کی پوری بات نہ قبول کرسکے تو بس اتنی سی بات مان لو کہ ہم اپنے پڑوسی کونہیں ستائیں گے۔ جب تم اپنے پڑوسی کونہیں ستائیں گے۔ تمہارے پڑوسی چاروں طرف ہیں، اُن کے پڑوسیوں کے بھی کچھ پڑوسی۔اس طرح پورا محلّہ ہوگیا۔اس لحاظ سے اس محلّہ کا دوسرا محلّہ پڑوسی۔ چند محلے مل گئے تو گاؤں ہوگیا۔اس گاؤں کا دوسرا گاؤں پڑوسی۔ چند گاؤں مل گئے تو تعلقہ ہوگیا ۔اس تعلقہ کا دوسرا تعلقہ پڑوسی۔ چند تعلقے مل گئے تو ضلع بن گیا۔ اس ضلع کا دوسرا ضلع پڑوسی۔ چند اضلاع مل گئے تو صوبہ ہوگیا۔ اس صوبہ کا دوسرا صوبہ پڑوسی۔ چند صوبے ایک ہوگئے تو ایک ملک بن گیا۔ اس ملک کا دوسرا ملک پڑوسی۔ چند ملک مل گئے تو براعظم بن گیا، تو اس براعظم کا دوسرا براعظم پڑوسی۔اگر یہی ایک بات مان لو کہ ہم پڑوسی کونہیں ستائیں گےتو ساری دُنیا میں امن ہوجائیگا۔ساری دُنیا میں شانتی ہوجائے گی

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

سلامتی ہی سلامتی : تم مسلمان ہو۔ تمہارے دین کا نام اسلام ہے۔ تمہارے خدا کی صفت سلام۔ تمہارا رسول، رسول السلام۔ سلامتی تو وہاں سے شروع ہوئی ہے یہاں ساتھ دے رہی ہے۔ مومن کا لفظ یہ بھی خدا نے اپنے لئے استعمال کیا ہے **اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ**۔ اللہ تعالیٰ بھی مومن، رسول بھی مومن، اے ماننے والو ! تم بھی مومن۔ اب نہ کہنا کہ ہر مومن بھائی بھائی۔صبر سے کام لینا، رشتہ بہت دور تک چلا جائے گا۔ خدا بھی مومن، رسول بھی مومن اور ہر مومن بھائی بھائی مشکل ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ مومن ہے یعنی پیغام امن کا نازل کرنے والا۔ رسول بھی مومن یعنی پیغام امن کے لانے والے ہیں اور ہم مومن ہیں یعنی پیغام امن کے ماننے والے ہیں۔

کیا رسول کو بھائی کہا جائے : بعض بد باطنوں کو شوق ہوتا ہے کہ رسول کو اپنا بھائی کہا جائے۔ اگر رسول کو ڈائرکٹ بھائی کہہ دیا جائے تو بڑی مشکل ہو جائے گی اس لئے اخوت ومحبت کی یہ فضا بناتے ہیں کہ ہم سب لوگ انسان ہیں اور سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ رسول بھی انسان ہیں۔ اس بات میں کسے شک نہیں کہ رسول انسان ہیں چاہے انسان کی حقیقت ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں انسان کا لفظ بشر کا لفظ تو حضور ﷺ کے لئے بولا ہی گیا ہے۔ اب کہتے ہیں کہ ہم بھی انسان اور رسول بھی انسان۔ پہلے یہ بات منوا چکے ہیں کہ ہر انسان آپس میں بھائی بھائی اور یہ بھی منوا چکے ہیں کہ رسول بھی انسان تم بھی انسان۔ اب بے باک لب ولہجہ میں کہنے لگتے ہیں کہ انسانیت کے لحاظ سے رسول بھی ہمارے بھائی ہو گئے، ہم بھی انسان اور رسول بھی انسان اور ہر انسان آپس میں بھائی بھائی۔

رسول کو بھائی کہنے کا انجام : قانون سب کے لئے ایک ہوتا ہے اور قانون بنانے والے بھی قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے۔ جن بد باطنوں نے یہ قانون بنایا کہ رسول بھی بھائی ہیں وہ لوگ خود اپنے بنائے ہوئے قانون کے شکنجہ میں پھنس گئے کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ مولوی صاحبان جو ہیں سب انسان ہیں۔ اب بتاؤ کہ فرعون کون ہے؟ نمرود کون ہے؟ شداد کون ہے؟ قارون کون ہے؟ ابوجہل کون ہے؟ ابولہب کون ہے؟ یہ سب انسان ہیں۔ ابوجہل، ابولہب فرعون، نمرود، شداد، قارون، شیبہ وعتبہ یہ سب انسان ہی ہیں ...... تو اے مولوی صاحبان ! آپ بھی انسان، یہ سب انسان اور آپ آپس میں بھائی بھائی۔ آپ کا بنایا ہوا قانون تو یہی ہے کہ سب انسان بھائی بھائی۔ یہ خدائی نعمت نہیں ہے تو کیا ہے کہ رسول کو بھائی بنانے کیلئے فضا بنائی تو ابوجہل وابولہب کے بھائی بن گئے۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

جس نظریہ و قانون کے تحت تم رسول کو اپنا بھائی کہہ رہے ہو، اسی نظریہ کے تحت تم ابوجہل کے بھائی ہو۔ اصول اُن کا ہے جس نے ایسا قانون بنایا ہے اصول ایسا کیوں بناتے ہو کہ تمہارا ہی گلہ ناپا جائے ......کم از کم اپنی حفاظت تو کرنا چاہیے تھا اس لئے ایسا قانون نہیں بنانا چاہیے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسمعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں ایسا قانون کیوں بنایا۔

حضور ﷺ مومنین کے رُوحانی باپ ہیں : قرآن مجید نے حضور ﷺ کا اپنی اُمت سے یہ رشتہ بتلایا ہے ﴿اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ﴾ (الاحزاب/٦) نبی مؤمنوں کے ساتھ خود اُن کی جانوں سے زیادہ قریب تر ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات (بیبیاں) مومنین کی مائیں ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج پاک مومنین کی ماں ہیں۔ کیا تمہاری نسبی ماں ہیں؟ نہیں۔ یہ تو صرف سادات ہی بول سکتے ہیں کہ ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہماری نسلی ماں ہیں۔ صرف سید بول سکتا ہے غیر سید تو نہیں بول سکتا مگر مومنین میں کوئی سید کی تخصیص نہیں ہے۔ سارے مومنین کی مائیں ہوئیں۔ اگر ماں ہوئی تو کیسی ماں ہوئی؟ ماں ہوئی رُوحانی ماں، ایمانی ماں۔

رُوحانی اور صلبی رشتہ : نسبی و صلبی حیثیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور رُوحانی و ایمانی حیثیت سے اُن کی ماں ہیں ﴿اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ﴾ نسبی لحاظ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور رُوحانی لحاظ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ماں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو قرآن ماں کہہ رہا ہے تو نبی کیا ہوئے؟ ایسا رشتہ تو ہم نے دُنیا میں نہیں دیکھا کہ بھائی کی بیوی اور ماں ہو۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه.**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرکار رسالت ﷺ نے فرمایا :
اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ وَالِدٍ لِوَلَدِہٖ۔ اے لوگو ! میں تمہارے لئے ایسا ہی ہوں جیسا باپ بیٹے کے لئے ہوتا ہے۔ **وَاُعَلِّمَکُمْ** میں تمہیں سکھاتا اور پڑھاتا ہوں۔ سنوارتا ہوں واقعی نبی کا پوزیشن کیا ہے؟ نبی ہمارا رُوحانی ایمانی باپ ہے۔ دیکھو پہلے باپ ہوتا ہے پھر بیٹا۔ باپ مقدم ہوتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے بیٹا ہو اور بعد میں باپ آئے۔ نبی جب رُوحانی باپ ہوتا ہے تو اس دُنیا کی ابتداء بھی نبی سے ہوتی ہے۔ پہلے نبی پھر اُمتی۔ ایسا نہیں کہ اُمتی پہلے آجائے اور نبی بعد میں آئے۔ باپ اپنے بیٹے کی ظاہری زندگی کا سبب ہے اور نبی اُمتی کے دائمی زندگی کا سبب ہے۔ باپ جو زندگی دیتا ہے وہ قبر تک ختم۔ اور نبی سے جو زندگی ملتی ہے وہ جنّت تک چلتی ہے نبی دائمی زندگی دینے والا ہے۔

باپ اپنے بیٹوں کو آپس میں بھائی بناتا ہے: کسی کو بہت سے بیٹے ہوتے ہیں کسی کو چار، کسی کو پانچ چھ، کسی کو ایک درجن ہوتے ہیں جب ایک درجن ہوئے تو ایک درجن رنگ کے بھی ہوتے ہیں، نقشہ بھی ایک درجن ہوتا ہے کوئی دبلا ہوگا کوئی موٹا ہے کوئی لامبا ہوگا، کوئی ٹھینگہ ہوگا، کوئی کالا ہوگا، کوئی گورا ہوگا...... مگر باپ تو سب کو حق برابر دیتا ہے۔ کالے گورے موٹے دبلے سب کو آپس میں بھائی بنادیتا ہے۔ باپ سب بیٹوں کو بھائی بنانے آیا ہے، خود بھائی بننے نہیں آیا۔ نبی کا کام یہی ہے کہ اپنے اُمتیوں کو چاہے حبشی ہو، چاہے رومی ہو، چاہے عربی ہو، چاہے عجمی ہو، چاہے فارسی ہو، چاہے ہاشمی ہو، چاہے مطلبی ہو، سب کو بھائی بنانے آیا ہے۔ نبی بھائی بننے نہیں آیا ہے بیٹے اگر مختلف ڈگریاں حاصل کریں مثلاً یہ ڈاکٹر ہوگیا، یہ انجنیر ہوگیا، یہ پروفیسر ہوگیا یہ پرنسپال ہوگیا، یہ بی اے ہوگیا۔ یہ انتظامیہ کی طرف رُخ کیا تو ایس پی ہوگئے، ڈی۔ ایس۔ پی ہوگئے، آئی۔ جی ہوگئے، ڈی آئی۔ جی ہوگئے۔ عدلیہ کی طرف گئے

تو منصف ہو گئے، مجسٹریٹ ہو گئے، سشن جج ہو گئے اور اگر یہ مقنّنہ کی طرف گئے تو ایم۔ ایل اے ہو گئے، ایم۔ پی ہو گئے، منسٹر ہو گئے، صدر ہو گئے، وزیر اعظم ہو گئے، موٹی موٹی ڈگریاں حاصل کر کے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ یہ زندگی بھر دُنیا کے مدارج حاصل کرے صدر ہوسکتا ہے، وزیر اعظم ہوسکتا ہے، جنرل ہوسکتا ہے، کرنل ہوسکتا ہے مگر اپنا باپ نہیں ہوسکتا۔ جتنی بھی ترقی کرے بیٹے کا بیٹا ہی رہے گا۔ یہی حال ہے ایمان والوں کا۔ اگر ایمان والے ترقی کریں تو متقی ہو جائیں گے، قطب ہو جائیں گے قطب الارشاد ہو جائیں گے، خواجہ ہو جائیں گے، غوث اعظم ہو جائیں گے، ابدال بنیں گے، اوتاد بنیں گے، تبع تابعین بنیں گے، تابعین بنیں گے، صحابہ بنیں گے، حیدر بنیں گے، غنی بنیں گے، فاروق بنیں گے، صدیق بنیں گے ...... سب کچھ بن جائیں گے مگر نبی نہیں ہونگے۔ منکر ختم نبوت بانی دارالعلوم دیو بند محمد قاسم نانوتوی کو یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی کہ 'نبی امتی سے صرف علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، رہ گیا عمل، تو بسا اوقات بظاہر امتی بنی کے مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں' (تحذیر الناس) حضور نبی کریم ﷺ سے قلبی نہ سہی، رسمی تعلق بھی ہوتا تو اس قسم کی جرأت نہ کی جاتی تھی۔

کس درجہ احترام ہے میرے حضور کا ۔۔۔ جبریل امین جبین سے جگاتے ہیں آپ کو

حقیقت نبوت : نبی اور غیر نبی میں فرق یہ ہے کہ جاہل اگر محنت کرے تو عالم ہوسکتا ہے۔ سپاہی اگر بڑھے تو سپہ سالار ہوسکتا ہے۔ رعایا میں کوئی ترقی کرے تو بادشاہ ہوسکتا ہے اگر غیر نبی تڑپ تڑپ کر مر جائے تو بھی نبی نہیں بن سکتا۔ نبی اور غیر نبی کا فرق وہ ہے جو جانور اور انسان میں ہے۔ گدھا گدھا رہے گا آدمی نہیں بن سکتا حالانکہ آدمی اور گدھے میں ایک درجہ کا فرق ہوتا ہے ایک درجہ اگر گدھا بڑھے تو آدمی۔ اور اگر ایک درجہ تم نیچے اُترو گے تو گدھا بنو گے۔ تم اپنے درجہ کا خیال کرو نیچے نہ اُترنا، تمہارا ایک درجہ بڑا ہے کیونکہ جتنی باتیں تمہارے میں ہیں سب گدھے

میں بھی ہیں۔ جانور دونوں، حساس دونوں، متحرک دونوں، غذا ہوا کی ضرورت دونوں کو، جوہر دونوں، جسم دونوں۔ فرق کیا ہے؟ تم ناطق ہو، وہ ناطق نہیں۔ تم عقل والے ہو۔ وہ حیوان ناطق نہیں۔ ایک درجہ کا فرق ہے مگر ایک ہی درجہ کی کمی کا گدھے کو احساس ہے اسلئے کسی گدھے نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں آدمی کی طرح ہوں مشارکت ومشابہت کی کتنی وجہ موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ کچھ سعادت مند ہے کہ وہ اپنی حقیقت پہچانتا ہے حالانکہ ایک درجہ کا فرق ہے۔ اور وہ رسول جو تم سے لاکھوں درجہ کا فرق رکھتا ہے۔ جب انسان کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو مومن کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے اور مومن کے کمال کی جب انتہاء ہوتی ہے تو وَلی کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے۔ ولی کے کمال کی جب انتہاء ہوتی ہے تو شہید کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے اور جب شہید کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو صدیق کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے اور جب صدیق کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو نبی کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے اور جب نبی کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو رسول کے کمال کی ابتداء ہوتی ہے اور جب رسول کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو اولوالعزم رسول کی ابتداء ہوتی ہے اور جب اولوالعزم رسول کے کمال کی انتہاء ہوتی ہے تو مقام مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی انتہاء تو ظاہر ہی نہیں ہے۔ یہ فرش جہاں آپ بیٹھے ہیں جہاں اس کی انتہاء ہے اس چوکی کی وہاں ابتداء ہے اور جہاں اس چوکی کی انتہاء ہے وہاں اس کرسی کی ابتداء ہے تو اگر فرش سے پوچھے کہ اے فرش اس چوکی کی انتہاء کیا ہے؟ تو کہے گا میرے ہاتھ میں ابتداء ہے میں انتہاء کیا جانوں! اے چوکی اس کرسی کی انتہاء کیا ہے؟ تو کہا کہ میں ابتداء سے لگی ہوئی ہوں انتہاء کو کیا جانوں! معلوم ہوا کہ مومن، ولی کی ابتداء کو سمجھ سکتا ہے انتہاء کو نہیں سمجھ سکتا۔ ولی، شہید کی ابتداء کو سمجھ سکتا ہے انتہا کو نہیں سمجھ سکتا۔ شہید

صدیق کی ابتداء کو سمجھ سکتا ہے مگر انتہا کو نہیں سمجھ سکتا۔ صدیق، نبی کی ابتداء کو سمجھ سکتا ہے انتہاء کو نہیں سمجھ سکتا۔ نبی، رسول کی ابتداء کو سمجھ سکتا ہے انتہاء کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور رسول اولوالعزم، مقام مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء کو سمجھ سکتے ہیں انتہا کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا **یا ابابکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی** اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ **غیر ربی** میرے رب کے سوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی رب کے سوا، حضرت میکائیل علیہ السلام بھی رب کے سوا، حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی رب کے سوا، حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی رب کے سوا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا۔ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی رب کے سوا، کسی نے بھی نہیں پہچانا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرات جبرئیل ومیکائیل، اسرافیل وعزائیل علیہم السلام نے مقام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ حضرات آدم وخلیل، کلیم ومسیح علیہم السلام نے مقام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ حضرات صدیق وفاروق، عثمان غنی ومولائے کائنات رضی اللہ عنہم نے مقام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ حضرات سلمان فارسی واویس قرنی رضی اللہ عنہما نے مقام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ غرض کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو رب کے سوا کسی نے بھی نہیں پہچانا۔ جو قریب تھے وہ نہ پہچان سکے، جو جلوت وخلوت کے ساتھی تھے نہ پہچان سکے، جنہوں نے اُٹھتا بیٹھتا دیکھا وہ نہ پہچان سکے۔ جنہوں نے سوتا جاگتا دیکھا نہ پہچان سکے۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پہلے والوں نے تو نہیں پہچانا مگر اب والوں نے سبھوں نے پہچان لیا

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه .

رسول مرکزِ تعلق ہوتا ہے : بیٹا‘ بیٹا ہی رہتا ہے باپ نہیں ہوتا ۔ باپ مرکزِ تعلق ہوتا ہے باپ کے سارے ذریعے ہوتے ہیں مثلاً یہ میرے باپ کا بھائی ہے تو میرے چچا ہوتے ہیں یہ میرے باپ کی بہن ہے یہ میری پھوپی ۔ یہ میرے باپ کا بیٹا تو میرا بھائی ۔ یہ میر باپ کی بیٹی تو میری بہن ۔ یہ میرے باپ کا باپ تو میرا دادا ۔ یہ میرے باپ کا بھائی نہیں تو چچا کیسے ؟ جو میرے باپ کا بیٹا ہی نہیں وہ میرا بھائی کیسے ؟ سارے رشتے باپ سے لگتے ہیں ۔ باپ مرکزِ تعلق ہے جو میرے باپ ہی کا نہیں تو وہ میرے کیسے ہو گئے ۔ اُمتی کے لئے نبی مرکزِ تعلق ہوتا ہے ۔ جو میرے نبی کا ہو وہ میرا ہو ۔ جو میرے نبی کا ہی نہیں وہ میرا کیسے ؟ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ (۳۱۳) نفوس قدسیہ ایک لشکر ضرار کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں ۔ یہ مقابلہ یہود و نصاری سے نہیں ہے ۔ یہ مقابلہ مجوسیوں اور مشرکین عجم سے نہیں ہے ۔ یہ مقابلہ عجیب مقابلہ ہے قبیلے والے قبیلے کے مقابل ہے ۔ خاندان والا خاندان کے سامنے ہے ۔ ماموں بھانجے کے سامنے ہے ۔ چچا بھتیجے کے سامنے ہے ۔ باپ بیٹے کے سامنے ہے ۔ بہت ہی نازک وقت تھا‘ آج رشتہ کا بڑا خیال کیا جا رہا ہے‘ رشتہ نہ چھوٹے چاہے رسول چھوٹ جائے‘ رشتہ کا اتنا لحاظ پاس ہے مگر پہلے تین سو تیرہ نفوس قدسیہ اپنے عزیزوں‘ اپنے خاندان والوں‘ اپنے بیٹوں اور اپنے رشتہ داروں کے مقابلہ میں تلوار کھینچ کر کے دکھلا دیا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کا رشتہ مضبوط کرنے کے لئے ہر رشتے کاٹنے کے لئے تیار ہیں ۔ آپ کا رشتہ نہ کٹے‘ چاہے سارے رشتے کٹ کر رہ جائیں ۔ وہ لوگ بڑے فراست اور بصیرت والے تھے انہوں نے سوچا کہ ہم یہ جن رشتوں کا لحاظ کرتے ہیں بہر حال کٹنے والے ہیں آج نہیں تو کل کٹ جائیں گے ۔ موت ہر رشتہ کو کاٹ دے گی‘ اگر ملنا ہے تو اس سے نہ ملو جو یہیں مل کر رہ جائے ۔

اے ملنے والو ! ملنا ہے تو اُس سے ملو جو مل جائے تو ملتا ہی چلا جائے ۔ ایسوں سے کیا

ملتے ہو جو قبر میں چھوڑ کر پلٹ آتا ہے پھر اندر بھی اُترنے کو تیار نہیں۔ باپ رو رہا ہے قبر میں کیوں نہیں اُتر جاتا؟ کہا کہ نہیں اُوپر ہی رو لیں گے اتنی محبت نہیں کہ ہم نیچے اُتر جائیں۔ بیٹا بھی قبر میں اُترنے کو تیار نہیں۔ یہ دُنیا کے سارے رشتے فنا ہو جانے والے ہیں۔ تم رسول سے تعلق مضبوط کر لو' اگر تمہیں رسول مل گئے تو قبر میں بھی ملیں گے' جہنم کے دروازہ پر بھی ملیں گے' جنّت کے دروازہ پر بھی ملیں گے' جہاں جہاں ضرورت ہوگی وہاں ملیں گے۔ **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه .**

سرکار رسالت ﷺ مرکز تعلقات ہیں۔ قریش کا ابولہب ٹھوکر مار دیا گیا اور حبش کے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا گیا۔ قریش کے ابولہب اور ابوجہل کو ٹھکرا دیا گیا کیونکہ جو رسول کا نہیں وہ ہمارا کیسے؟ قریش والا اگر رسول کا نہیں تو ہمارا نہیں' اور حبش والا اگر رسول کا ہے تو ہمارا ہے۔ روم والا اگر رسول کا ہے تو ہمارا ہے۔ فارس والا اگر رسول کا ہے تو ہمارا ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا جو رشتہ ہوتا ہے وہ رسول سے ہوتا ہے جو مرکز تعلقات ہیں۔

تمام مرکزوں کا مرکز رسول کی ذات ہے۔ اگر رسول کی ذات کو ہٹا دو گے تو تمہارا رشتہ قائم رہنے والا نہیں۔ باپ مرکز تعلقات ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول بھی مرکز تعلقات ہیں۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول' مومن ضرور ہیں مگر وہ ایمان جو رسول کا ایمان ہے اس کا معنی کچھ اور ہے اس کی حقیقت سے ہم ناواقف ہیں۔ جو لوگ ہمسری کا خواب دیکھتے ہیں وہ اپنے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کر لیں **اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه.**

اذیت کی مذمت : حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔ یہ زبان اور ہاتھ اذیت پہنچانے میں بہت آگے رہتی ہے جب کسی سے کوئی اختلاف ہوتا ہے تو پہلے زبان چلتی ہے اس کے بعد ہاتھ چلتا ہے ویسے تو کام سب ہی کرتے ہیں پیر دوڑتا ہے منشاء یہ ہے کہ تم کسی بھی طور سے اذیت نہ پہنچاؤ، نہ ہاتھ سے نہ زبان سے۔ اسلام نے اذیت پہنچانے کے جتنے طریقے ہیں ان سب چیزوں سے روکا ہے۔ کچھ لوگ اذیت پہونچانے کے لئے نقلیں کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں فلاں ایسا ہے فلاں ویسا ہے۔

مروان کے باپ حکم نے حضور ﷺ کی رفتار کی نقل بنائی تھی حالانکہ حضور ﷺ سے خوبصورت کس کی رفتار ہو سکتی ہے مگر خوبصورت چیز کو بھی کسی نے بطور استہزاء پیش کرے تو اس میں بھی توہین ہے تو سرکار رسالت ﷺ نے حکم اور مروان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ تم میری نقل کرو: **صلوا کما رایتمونی اصلی** نماز پڑھو جیسا مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔ نماز پڑھنے کے لئے رسول کی نقل کرنی پڑے گی۔ رسول کے قیام کی نقل، رکوع کی نقل اور سجدوں کی نقل قعدہ کی نقل ہر چیز کی نقل کرنی پڑے گی۔ معلوم ہوا کہ استہزاء والی نقل اور ہے، غلامی والی نقل اور ہے، محبت والی نقل اور ہے۔ عداوت والی نقل اور ہے تحقیر شان والی نقل اور ہے۔ اتباع واطاعت والی نقل اور ہے۔ تم کو حق نہیں ہے کہ تم کسی مسلمان کو اذیت پہنچاؤ زبان سے نہ ہاتھ سے۔

جوڑنے اور توڑنے والی بولی : یہ زبان بہت اچھی ہے اور یہ زبان بہت بُری بھی ہے۔ یہ اگر اچھائی پر آجائے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں اور اگر یہ بُرائی پر آجائے اس سے بُری کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی زبان سے ایمان کے کلمے نکلتے ہیں، اسی زبان سے کفر کے کلمے نکلتے ہیں۔ یہ زبان ملانا بھی جانتی ہے اور یہ زبان کاٹنا بھی

جانتی ہے۔ دیکھو ایک بہت بڑی تقریب منائی گئی جس میں ایک آدمی کو دولھا بنا کر بٹھا دیا گیا' قاضی صاحب کو لا کر کھڑا کر دیا گیا' سارے لوگوں کو لا کر جمع کر دیا گیا ہے بہت بڑا مجمع ہے بہت مہمان جمع ہیں آرائش مکمل ہے کھانے پکے ہوئے ہیں' اب صرف ایک ہی چیز کی کمی ہے کہ دولھا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ جو کچھ کرنا تھا سرپرستوں نے کر دیا' اگر قاضی صاحب نے آپ کی طرف سے کہا کہ میں نے فلاں کی لڑکی اتنے مہر پر آپ کی زوجیت میں دے دیا اور دولھا انکاریہ انداز میں کہے کہ (اوں ہوں) تو ساری مجلس کا کیا حال ہوگا؟ باپ اِدھر چت ہے دادا اُدھر رو رہا ہے ماں اُدھر تڑپ رہی ہے مجلس میں ایک ہلچل ہے ایک شور ہے سارا کروفر کھانا بیکار ہو رہا ہے۔ ایک ہی (اوں ہوں) میں کتنی مصیبت آ گئی۔ ایسا ہی کچھ لوگوں کو (اوں ہوں) کرنے کی عادت آ گئی ہے میں نے کہا کہ رسول **عالم ما کان وما یکون** تو کہا (اوں ہوں)۔ رسول اختیار والے' جمال والے ہیں تو کہا (اوں ہوں)۔ رسول ساری کائنات کے مالک ہیں تو کہا (اوں ہوں)۔ جب ایک (اوں ہوں) کا یہ حال ہوتا ہے تو اتنے (اوں ہوں) کا کیا حال ہوگا۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اور جب قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے فلاں کی لڑکی کو تمہاری زوجیت میں کیا' تم نے قبول کیا؟ اُس نے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ اس لفظ میں ایک اثباتی بولی ہے جو دو ایسے انسانوں کو ملایا ہے جن کا سایہ بھی ایک دوسرے پر نہیں پڑتا تھا اور اتنا ملا دیا اتنا ملا دیا کہ یہ ملانے کی بھی مثال نہیں ملتی۔

یہ ملانے والی بولی ہے اس بولی کا کام ملانا ہے۔ ایک بولی کاٹنے والی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ شوہر نامدار کو غصہ آ گیا اور غصہ میں آ کر کہتے ہیں میں نے تجھے تین طلاق دے دیا۔ یہ تین طلاق ایٹم بم نہیں' یہ بھی بولی ہیں' اتنا کہنا تھا کہ پھر وہی دُور پھر

وہی دُوری۔ بولی کا کام ملانا بھی ہے بولی کا کام کاٹنا بھی ہے۔ اب تمہیں پہچاننا پڑے گا کہ ملانے والی بولی کونسی ہے کاٹنے والی بولی کیا ہے۔ جہالت کو عذر نہیں بنایا جائے گا۔ تمہیں پہچاننا ہوگا کہ ملانے والی بولی کیا ہے کاٹنے والی بولی کیا ہے۔

طلاق کہنے کے بعد وہ شخص مفتی صاحب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے غصہ میں طلاق دیا تھا تو مفتی صاحب نے جواب دیا کہ محبت میں کون طلاق دیتا ہے۔ مفتی کو بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ میں نے غصہ میں دیا تھا پھر یہ کہتے ہیں کہ مفتی صاحب مجھ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ طلاق سے کیا ہوتا ہے میں تو اس کو خوبصورت لفظ سمجھتا تھا پیار و محبت کا کلمہ سمجھتا تھا۔

مفتی صاحب نے کہا کہ جہالت کی بات نہ کرو، بولی کا جو کام تھا وہ ہوگیا۔ مسلمان ہوگئے تو یہ پتہ نہ چلا کہ کونسی بولی سے بات کٹتی ہے۔ کوئی عذر سُنا نہیں جائے گا۔ پھر کہا: مفتی صاحب، زبان مت پکڑو دِل دیکھو۔ اب مفتی صاحب کے لئے بھی مشکل ہوگئی۔ ایسا ہی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کتاب نہ دیکھو۔ مفتی صاحب کیا کہیں گے وہ تو زبان دیکھنے پر مامور ہے دل دیکھنے پر نہیں۔ تیرے دِل میں کیا ہے وہ تو اللہ ہی جانے۔ ہم تو وہ سُنیں گے جو زبان بولے اور قلم لکھے، لہذا دِل ہمیں نہ دکھا۔ ارے نادان ہمیں دھوکہ نہ دے۔ اگر دِل میں محبت ہوتی تو عداوت کی بولی کیسے نکلتی؟ برتن میں جو ہوتا ہے وہی نکلتا ہے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ گلاس میں دودھ ہو اور پانی نکل آئے؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ دل میں عشق ہو اور عداوت کا کلمہ نکلے؟ کلمہ بتلا رہا ہے کہ دِل میں کیا ہے۔ بولی ملانے والی بھی ہوتی ہے اور بولی مٹانے والی بھی ہوتی ہے۔

رسول کی تعریف : میرا نبی حسن و جمال والا ہے، میرا نبی فضل و کمال والا ہے، میرا نبی جاہ و جلال والا ہے، میرا نبی جود و نوال والا ہے، میرا نبی رحمۃ للعالمین و خاتم النبیین ہے۔ میرا نبی سید المرسلین ہے۔ میرا نبی صاحب اسریٰ ہے۔

یہ بھی بولی ہی تو ہے۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسکا چہرہ کبھی مثلث ہو رہا ہے

کبھی مربع ہورہا ہے کبھی مخمس ومسدس ہورہا ہے میں نے کہا کہ جناب میں تو اپنے نبی کا نام لے رہا ہوں۔ اُس چہرہ کی رنگت کیوں بدل رہی ہے؟ میں نے اُس کے باپ کا نام نہ لیا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ نبی کے نام سے بگڑتا کون ہے۔ ایک وقت کی بات بتلاؤں کہ شیطان رونے کے وقت پر نہیں رویا مگر ایک وقت اُسے بھی رونا پڑا۔ رونے کا وقت کب تھا؟ جب اُس نے خدا کی نافرمانی کی اور خدا نے اُسے مردود کردیا تھا تو اُسے مغفرت طلب کرنا چاہئے تھا، ابلیس کو گڑگڑا کر رونا چاہیے تھا مگر نہیں رویا بلکہ اکڑا اور کہا ﴿**اَنَـا خَیۡـرٌ مِّنۡهُ**﴾ میں اُس سے اچھا ہوں۔ ابلیس نے مغفرت نہیں مانگی، مہلت مانگی۔ زمانہ گذرتا گیا کہ میرا انجام کیا ہوگا انجام سوچ کر بھی کبھی نہیں رویا اور اُس نے رویا کب؟ جب رسول کریم ﷺ کی ولات باسعادت ہوئی۔ اب اگر میلاد کے نام سے کوئی روئے تو سمجھ لیں کہ اسکی نسبت ادا کررہے ہیں۔ **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه.**

﴿ ☆☆☆ ولادت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغامبر بن کر آئی تھی جس سے کائنات کی ہر چیز شادان وفرحاں تھی۔ فرشتے شکر ایزدی بجا رہے تھے عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا۔ لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی جو مصروف آہ وفغاں تھی جو چیخ چلا رہی تھی، اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک افشاں تھی، وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی۔۔۔ علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں:

ان ابلیس لعنه الله رن اربع رنات، رنة حین لعن، رنة حین اهبط ورنة حین ولد رسول الله ﷺ ورنة حین انزلت فاتحة الکتٰب قال والزنین والنخار من عمل الشیطان ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف ڈھکیلا گیا، تیسری مرتبہ جب سرکار دوعالم کی ولادت باسعادت ہوئی، چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

علامہ احمد بن زینی دحلان ۔ السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں : **وعن عكرمة ان ابليس لما ولد رسول الله ﷺ ورأى تساقط النجوم قال لجنوده قد ولد الليلة ولد يفسد امرنا ۔ فقال له جنوده لو ذهبت فخبلته فلما دنا من رسول الله ﷺ بعث الله جبرئيل فركضه برجله ركضة وقع بعدن** عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں کو کہا رات وہ پیدا ہوا ہے، جو ہمارے نظام کو درہم برہم کردے گا۔ اس کے لشکریوں نے اسے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اُسے چُھو کر جنون میں مبتلاء کردو۔ جب وہ اس نیّت سے حضور ﷺ کے قریب جانے لگا تو حضرت جبریل نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔

(السیرۃ النبویہ)

آنکھیں بچھادیں جس کے لئے عرش وفرش نے سونچو تو کیا مقام ہے میرے حضور کا ☆☆ ۞

میں یہ کہہ رہا تھا کہ بولی کا کام کاٹنا بھی ہے اور بولی کا کام ملانا بھی ہے تو میں اس شخص کو بلوایا کہ تم اپنے نبی کی بات کرو تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر کہنا شروع کردیا کہ: میرا نبی میری طرح ہے۔ میرا نبی تو پیٹھ کے پیچھے سے بھی بے خبر ہے۔ میرے نبی کا علم تو شیطان کے علم سے کم ہے اور میرا نبی اپنی آخرت سے بے خبر ہے۔

یہ بھی تو بولی ہے۔ میں اپنی بولی بول رہا ہوں اور یہ بھی اپنی بولی بول رہا ہے۔

اب اے ایمان والو ! اے دین ودیانت والو ! اے محشر کی تپتی ہوئی دھوپ میں شفاعت کے امیدوارو ! بتاؤ کہ کاٹنے والی بولی کیا ہے ملانے والی بولی کیا ہے ؟

ایک مسلمان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اُسے اذیت نہ پہونچاؤ۔ تو بتاؤ کہ آل رسول کا تم پر کتنا حق ہے؟ آل رسول کا حق ہی تو تھا کہ آل رسول پر دَرود جزءِ نماز ہوا۔

اللهم صل على محمد وعلى ال محمد اور آل رسول کا یہ حق ہی تو ہے

﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ/۲۳)

اے حبیب ﷺ ! آپ اُن سے فرمائیے کہ میں تم سے (اجر رسالت کے طور پر) کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، میرے اہلبیت کی محبت کے سوائے۔ محبت اہل بیت کو ایمان کے طور پر مان رہے ہیں۔ یہ آلِ رسول کی ہی تو بات ہے **﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا﴾** (الاحزاب/۳۳) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطنا) پاک وصاف رکھے۔

یہ آل رسول کا حق ہے تو رسول کا کیا حق ہوگا؟ کیا تمہیں کوئی ایسا گوشہ ملتا ہے کہ رسول کو اذیت پہنچاؤ۔ **﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا﴾** (الاحزاب/۵۷) **بیشک** جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسلام تو ہر اس طریقہ سے روکتا ہے جو اذیت پہونچاتا ہے۔ لوگ مذاق میں کیسی کیسی باتیں کر جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو نام بھی الٹا سیدھا رکھنے لگتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے بچوں کا نام صحیح نہیں رکھتے اور کچھ لوگ اچھے رکھے ہوئے نام کو بگاڑ دیتے ہیں یہ اذیت کے راستے ہیں اور اللہ کے رسول نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے۔ بیٹے کا پہلا حق باپ پر یہ ہے کہ جب بیٹا پیدا ہو تو اُس کا نام اچھا رکھے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اُس کی اچھی تعلیم و تربیت کرے، اور تیسرا حق یہ ہے کہ اگر جوان ہو جائے تو شادی کر دو۔ تمہارے حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور اسکے بعد بیٹے پر باپ کا حق چلتا ہے تو اس کی کوئی مثال بھی نہیں، انتہا بھی نہیں۔ کچھ لوگ اپنے بچوں کے بدھو، نھو، خیرو، لڈو عجیب عجیب نام رکھتے ہیں۔ بہر حال نام رکھنے میں بھی کسی کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ کسی بھی طرح سے تم کو اذیت پہونچانے کا حق نہیں ہے۔

﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾ اے ایمان والو تم سب کے سب دائرہ صلح و سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔

اتحاد اور اتفاق : یہاں میں ملنے کا پیام لے کر آیا ہوں۔ میں اتفاق و اتحاد کی بات کرنے آیا ہوں۔ اتحاد و اتفاق کی قوت و توانائی کو جانتا ہوں۔ دیکھو یہ ایک ذرّہ ہے اگر یہی ذرّے مل کر زمین پر جمع ہو جائیں تو پہاڑ ہو جائے گا۔ اگر ایک ایک درخت کو ایک ایک فرلانگ کے فاصلے پر لگائیں تو سینکڑوں درخت لگائے جائیں گے مگر ایک بھی باغ تیار نہیں ہو گا۔ اگر دس پانچ درخت قریب لگ جائیں تو باغ تیار ہو جائیگا۔ دیکھو باغ کی بھی عجیب خصوصیت ہے ایک درخت کے سایہ میں لوگ کتنا بیٹھیں گے باغ کے سایہ میں تو پوری قوم بیٹھ سکتی ہے جتنا ہی بڑا باغ بناؤ گے اتنا ہی بڑا سایہ ہو گا ایک بات اور بھی دیکھو کہ جب درخت قریب ہوتے ہیں ایک کی شاخ دوسرے سے ملی رہتی ہے ایک کی ڈالی دوسرے سے ملی رہتی ہے مگر کوئی ڈالی اس کے پتوں کو نہیں چھیڑتی، اُس کے پھلوں کو نہیں چھیڑتی، ملے ہوئے ہیں مگر بے غرض ملے ہوئے ہیں۔ دیکھو ہمارے اتحاد و اتفاق کی مثال یہ جھاڑ ہے جب تک کہ تم ملے ہوئے تھے تو ساری قومیں تمہارے سایہ میں بیٹھی تھیں اور جب تم منتشر ہو گئے تو تمہارا سایہ ہی کتنا ہے ذرا سونچو ہم اتحاد و اتفاق کی بات جانتے ہیں ایک قطرہ طوفان ہے یہ قطرہ موج ہے یہ قطرہ کتنی بڑی طاقت رکھتا ہے تو قطرہ، قطرہ سے مل جائے۔ اے ذرّو، ذرّوں سے مل جاؤ۔ اے درختو، درختوں سے مل جاؤ۔ ہم کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک ذرّہ، قطرہ سے مل جاؤ۔ جو جنس والا ہے اسی سے ملاؤ ورنہ اگر قطرہ کو ساحل سے ملاؤ تو قطرہ کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ آج کل لوگ ملانے کا غلط مفہوم پیش کرتے ہیں کہ صاحب ملا دو اچھے بُرے کو ملا دو۔ گمراہ و ہدایت یافتہ کو ملا دو رسول کے عاشقوں اور رسول کے دشمنوں کو ملا دو، سب ہی کو ملا دو۔ ہم یہ ملانے کا درس دینے نہیں آئے۔

یہ ملانے کا معاملہ بہت خراب ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نمرودیت سے ابراہیمیت مل جائے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ موسویت سے فرعونیت مل جائے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ بوجہلیت سے مصطفویت مل جائے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ یزیدیت سے حسینیت مل جائے؟ دیکھو موسویت، نمرودیت سے کیسے ملے گی؟ موسویت، فرعونیت سے کیسے ملے گی؟ مصطفویت، بوجہلیت سے کیسے ملے گی؟ حسنیت، یزیدیت سے کیسے ملے گی؟ میں اس طرح کا ملانا نہیں چاہتا جو تمہیں فنا کردے۔ اس طرح کا ملانا چاہتا ہوں جو تمہیں باقی رکھے۔ اے حق والو ! حق والوں سے مل جاؤ۔ اے غوث والو ! غوث والوں سے مل جاؤ۔ خواجہ والو ! خواجہ والوں سے مل جاؤ۔ رسول والو ! رسول والوں سے مل جاؤ...... ورنہ ہم نے دیکھا ہے کہ پانی کا قطرہ جب اچھل کر ساحل پر آیا تو فنا ہوا اور جب یہی قطرہ دریا میں گیا تو تب بھی فنا ہوا ساحل پر آیا جب بھی فنا ہوا۔ فرق یہ ہے کہ جب غیر سے ملا تو وجود ختم ہوگیا۔ جب دریا میں ملا تو اب اسے فنا کرنا ہے تو پورے دریا کو فنا کردے۔ جب تک دریا رہے گی وہ قطرہ رہے گا اس لئے کہ فناء فی الفناء اور ہے فناء بالبقاء اور ہے۔ باقی رہنے کے لئے اگر فنا ہونا ہو تو وہاں فنا ہو جو باقی رہے۔

اے حق والو ! حق سے مل جاؤ۔ جب تک حق رہے گا تب تک تم رہو گے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (البقرة/۲۰۸)

اے ایمان والو ! تم سب کے سب صلح وسلامتی میں داخل ہو جاؤ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں
اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے — جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

اختتامیہ برائے مقررین کرام

اکثر خطبائے کرام جو علم سے قلاش اور عمل سے مفلس ہیں وہ بغیر مطالعہ وعلم کے تقاریر کرتے ہیں جس میں دلائل تو بالکل ہی نہیں پیش کئے جاتے بلکہ صرف لفاظی اور لمبی لمبی روایتی تمہید ہوتی ہے چٹکلے بازیوں میں وقت گنوا دیتے ہیں۔ تقاریر میں غیر تحقیقی باتوں کی کثرت ہوتی ہے‘ علمی وتاریخی لحاظ سے غلط روایات میں اپنی جانب سے بے جا اضافے اور غلط سیاق وسباق کے پیوند پر پیوند ہوتے ہیں۔ اسناد اور حوالے کے بغیر ہی غیر معتبر حکایات‘ قصص اور غیر مستند روایات بیان کردی جاتی ہیں جس سے غیر شعوری طور پر سادہ ذہن لوگ غیر معتبر روایات‘ واہیات خرافات‘ جاہلانہ حماقات‘ لغویات وتوہمات‘ کو قبول کرلیتے ہیں۔ تقریر میں وہ باتیں بیان کی جاتی ہیں جس کا عند الضرورۃ حوالہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔

کسی لفظ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرتے ہوئے پہلے سو مرتبہ سوچنا چاہئے کیونکہ بغیر تحقیق وتفتیش کے کسی بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

ہم بڑی معذرت اور ادب سے یہ بات کہیں گے کہ آج ہماری تقریروں میں اکثر مواد حکایات پر مبنی‘ متروک اور من گھڑت درجے کا ہوتا ہے اور بڑی جسارت ہے اُن خطباء کی جو بغیر تحقیق کے عوام الناس میں غیر ثابت واقعات اور احادیث بیان کرتے ہیں۔ اگر یہ گناہ عمداً اپنی تقریر کو بڑھانے‘ چمکانے اور سیٹ کرنے کے لئے کیا جاتا ہے تو بہت خطرناک اور مہلک ہے اور بالفرض یہ سلسلہ جہالت ولاعلمی کی وجہ سے ہے تو پھر بھی درست نہیں‘ ایسی صورت میں بھی آدمی مجرم ہوگا کہ اُس نے وسائل‘ مصادر اور تحقیق کے مواقع ہونے کے باوجود محنت اور کوشش نہ کی اور سچے دین سے لوگوں کو دور رکھا۔

صد افسوس ! کہ ہمارے ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام نے ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا سفر کیا مگر ہم اپنی لائبریری یا شہر کے مکتبہ میں جا کر ایک حدیث کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ آیا یہ حدیث حضور نبی کریم ﷺ تک صحیح ثابت بھی ہے یا نہیں۔ **انا لله وانا اليه راجعون۔**

ہمارے تقوے اور اخلاص کی حالت یہ ہے کہ ہم اپنی تقاریر کا منہ بولا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ تو کیا پھر ہم پر یہ دوہرا فرض نہیں کہ ہم کامل احتیاط اور تحقیق کے بعد اپنی زبان کو حرکت دیں۔ یاد رکھیں ! ایک دن بارگاہ ربّانی میں جواب طلبی ضرور ہوگی۔

اتقو الله ايها الخطباء ولا تقولوا على الرسول مالا تعلمون

شیخ الاسلام اکیڈمی کی چند مطبوعات

تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

الاربعین الاشرفی	/۱۰۰	حقیقتِ نماز	/۲۰	دین کامل	/۲۰
نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس	/۲۰	محبت رسول شرط ایمان	/۲۰	عظمتِ مصطفیٰ ﷺ	/۲۰
اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب	/۴۰	النبی الامی ﷺ	/۲۰	حقیقتِ نماز	/۲۰
اسلام کا تصورِ الٰہ اور مودودی صاحب	/۴۰	فضیلت رسول ﷺ	/۲۰	اتباع نبوی ﷺ	/۲۰
دین اور اقامت دین	/۵۵	رحمت عالم ﷺ	/۲۰	تفسیر سورۂ والضحیٰ	/۲۰
آثارِ مبارک وَتبرکات نبوی ﷺ	/۲۰	عرفانِ اولیاء	/۱۵	معراجِ عبدیت	/۲۰
محبت اہلبیت رسول ﷺ	/۲۰	غیر اللہ سے مدد !	/۲۰	اسلام اور امن وسلامتی	/۲۵
حقیقت نور محمدی ﷺ	/۲۰	فریضہ دعوت وتبلیغ	/۲۰	حدیث نیت کی محققانہ تشریح	/۳۰
تعلیم دین وتصدیق جبرئیل امین	/۳۰	رسولِ خلائق	/۲۰	دِلوں کا چین	/۲۰

امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

فلسفۂ موت وحیات	/۲۰	شیعہ مذہب	/۲۰	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	/۴۰
فضائل درود وسلام	/۲۰	تاجدارِ رسالت ﷺ	/۲۵	لطائفِ دیوبند	/۴۰

خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

عورتوں کی نماز	/۲۵	طریقہ فاتحہ	/۱۵	صحیح طریقہ غسل	/۵۰
جادو کا قرآنی علاج	/۸	احکام میت	/۲۰	مسائلِ امامت	/۱۵
آیاتِ شفاء	/۸	قربانی اور عقیقہ	/۱۵	نماز جنازہ کا طریقہ	/۱۰
صحابہ کرام اور شوقِ شہادت	/۲۰	صحیح طریقہ نماز	/۱۵	گستاخِ رسول کا عبرتناک انجام	/۲۰

مَلکُ التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شرح اسماء الحسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل	/۱۰۰	حقیقتِ توحید	/۱۷۰	سنی بہشتی زیور اشرفی	/۱۲۰
فضائل لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه	/۲۵	حقیقتِ شرک	/۵۰	امہات المؤمنین	/۸۰
شیطانی وساوس کا قرآنی علاج	/۳۰	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	/۳۰	حضور ﷺ کی صاحبزادیاں	/۳۵
جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب	/۱۵	شانِ مصطفیٰ ﷺ	/۱۰۰	عورتوں کا حج وعمرہ	/۵۰
جماعت اہلحدیث کا فریب	/۱۰	سُنّت وبدعت	/۲۵	گناہ اور عذاب الٰہی	/۲۰
اہلحدیث اور شیعہ مذہب	/۱۵	اسلامی نام	/۱۵	مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ	/۲۵
جماعت اہلحدیث کا نیا دین	/۲۵	سید الانبیاء ﷺ	/۲۰	عبدیت مصطفیٰ ﷺ	/۲۵
کرامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ	۵۰	اطاعتِ رسول	/۱۵۰	مظہر ذات ذوالجلال	/۶۰
ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال	/۱۵	معرفتِ الٰہی	/۳۰	معارف اسم ’محمدؐ‘ ﷺ	/۲۰
تبلیغی جماعت کی ایکسرے رپورٹ	/۲۰	ذکر الٰہی/ توبہ واستغفار	/۳۰	شہادتِ توحید ورسالت	/۲۵
فتنۂ اہلحدیث	۲۵۰	برکاتِ توحید	/۵۵۰	قصص المنافقین من آیات القرآن	/۱۵۰

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)